قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

Online Edition

مدیر ابو سعید

بدھ 23 مارچ 2022ء | 20 شعبان 1443 ہجری قمری | 23 امان 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:71

ارشاد باری تعالیٰ

وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾

(الجمعہ:4)

ترجمہ: اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

آپؑ نے اپنی بعثت اور صداقت کے بارے میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان فرمایا ہے جو یقیناً ہمارے ایمانوں کو تقویت بخشتا ہے۔ اگر ہم ان باتوں کی جگالی کرتے رہیں اور ہر وقت سامنے رکھیں تو یقیناً یہ ہمارے ایمان میں ترقی کا باعث بنتی رہیں گی اور ہمیں اپنے مقصد کی طرف توجہ دلاتی رہیں گی۔ بہرحال اب میں جیسا کہ میں نے کہا حوالے پیش کرتا ہوں جو اپنوں کے لیے بھی ہیں اور غیروں کے لیے بھی، جو ان کو دعوت دے رہے ہیں، جو آپؑ کے مسیح موعود ہونے کو روز روشن کی طرح کھولتے ہیں۔۔۔۔

پس یہ ہے یقین جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر آپؑ کی صداقت پر ہونا چاہیے اور ایمان کی حالت یہ ہونی چاہیے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اسلام کی صداقت پر ایمان اور یقین ہمیں وہ ہونا چاہیے جو صحابہؓ کا تھا۔

(خطبہ جمعہ 26 مارچ 2021ء)

اس شمارہ میں

- تو میرا وطن، میرا وطن ہے (منظوم)
- جماعت احمدیہ کیریباس کا تعارف
- ماریشس میں احمدیت
- جماعت احمدیہ مارشل آئی لینڈز کی تاریخ
- ساؤتومے و پرنسپ
- اسکاٹ لینڈ میں جماعت احمدیہ کا قیام اور مختصر تاریخ

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَثَلُ اُمَّتِی مَثَلُ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُہ خیرٌ ام اٰخِرُہٗ

(مشکوۃ کتاب الرقاق باب ثواب ھذہ الامۃ)

کہ میری امت کی مثال اس بارش کی سی ہے کہ جس کے متعلق معلوم نہیں کہ اس کا اول حصہ بہترین ہے یا آخری حصہ۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

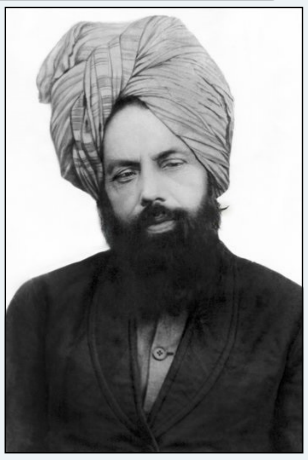

میں وہ شخص ہوں

”میں وہ شخص ہوں جو عین وقت پر ظاہر ہوا۔جس کے لئے آسمان پر رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو قرآن اور حدیث اور انجیل اور دوسرے نبیوں کی خبروں کے مطابق گرہن لگا اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں تمام نبیوں کی خبر اور قرآن شریف کی خبر کے موافق اس ملک میں خارق عادت طور پر طاعون پھیل گئی۔ اور میں وہ شخص ہوں جو حدیث صحیح کے مطابق اس کے زمانہ میں حج روکا گیا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے عہد میں وہ ستارہ نکلا جو مسیح ابن مریم کے وقت میں نکلا تھا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں اس ملک میں ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار کئے گئے اور عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے جبکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے جو تیرہ سو برس سے یہ سفر مبارک کرتے تھے۔ تب اس وقت ان اونٹوں کی نسبت وہ حدیث جو صحیح مسلم میں موجود ہے صادق آئے گی یعنی یہ کہ لَیُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا یعنی مسیح کے وقت میں اونٹ بیکار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سفر نہیں کرے گا۔ ایسا ہی میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے۔ کیا زمین پر کوئی ایسا انسان زندہ ہے کہ جو نشان نمائی میں میرا مقابلہ کر کے مجھ پر غالب آ سکے۔“

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 35-36)

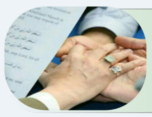

دربارِ خلافت

عطا کیں تُو نے میری سب مرادات
کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت امیر محمد خان صاحب ہی کہتے ہیں کہ دسمبر 1913ء کی رات مَیں نے خواب میں حضرت میاں صاحب اولوالعزم کے ہمراہ ایسے گھروں کا نظارہ دیکھا جن کے نیچے سمندر گھس آیا ہے اور وہ بے خبری میں تباہی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔جن کی تعبیر منکرینِ خلافت کے انکارِ خلافت سے پوری ہوئی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔غیرمطبوعہ جلدنمبر 6 صفحہ 149 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

پھر کہتے ہیں کہ 13، 14 فروری 1930ء کی درمیانی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک زینہ پر چڑھ رہا ہوں اور میرے پیچھے حضرت اُمّ المومنینؓ صاحبہ بھی چڑھ رہی ہیں۔ جب مَیں نے حضور کی طرف دیکھا تو مَیں بوجہ آپ کے ادب کے گھبرا گیا۔ (یعنی حضرت امّ المومنینؓ کی طرف دیکھا تو گھبرا گیا۔) مگر حضرت امّ المومنینؓ صاحبہ نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ ڈرو مت۔تم بھی ہمارے بچے ہی ہو۔ پھر مَیں ایک زینہ سے ہو کر ایک اور مکان کے اندر چلا گیا اور وہ مکان بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی مکان ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مجھے ملازمت ملتی ہے مگر تنخواہ میری سب انسپکٹری کی تنخواہ سے بہت کم ہے جسے مَیں نے مشورہ کے بعد قبول کر لیا۔ پَر مجھے ایک شخص پوچھتا ہے کہ تم نے پہلی ملازمت کس لئے چھوڑ دی۔ مَیں نے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ پھر ایک اور شخص یا وہی شخص مجھے پوچھتا ہے کہ تم دیر سے کیوں آئے؟ مَیں نے کہا کہ میرے جو مہمان آئے ہوئے تھے وہ بیمار تھے اُن کی تیمارداری کی وجہ سے دیر ہو گئی۔جس پر حضرت ام المومنینؓ صاحبہ نے فرمایا کہ تیمارداری کی وجہ سے دیر ہو ہی جایا کرتی ہے۔ پھر اس کے بعد مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ چند آدمی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مکان میں گھس آئے ہیں اور وہ شورش کرنا چاہتے ہیں۔ میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ مَیں نے تلوار سے سب کو بھگا دیا۔ پھر جب مَیں واپس اندر آیا تو دیکھا کہ ایک شخص پھر تلوار لئے اندر گھس آیا ہے۔ مَیں نے اپنی تلوار سے اُس کی تلوار کاٹ دی اور وہ عاجز سا ہو گیا۔ اتنے میں اور چند آدمی حضرت خلیفہ ثانی کو گھیرے میں لئے جارہے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے آواز دی۔ مَیں نے اس ہجوم کو بھی منتشر کیا اور ایک اور شخص کو جو کہ فتنہ کا بانی مبانی تھا، اُسے تلوار سے قتل کرنا چاہا مگر وہ میری طرف منہ کر کے پیچھے کی طرف ہٹتا گیا اور مَیں بھی اُسے آگے رکھ کر اُس کی طرف بڑھتا گیا یہاں تک کہ مَیں نے اُس کو گھیر کر قتل کر دیا اور پھر جب مَیں اندر واپس آیا تو حضرت اُمّ المومنین صاحبہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے دودھ پلایا۔ ایک شخص مجھے دودھ پیتے دیکھ کر کہنے لگا کہ تم دودھ کیوں پیتے ہو؟ مَیں نے کہا کیا دودھ برا ہے۔ دودھ پینا تو بہت اچھا ہے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور مَیں نے یہ خواب بذریعہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت بابرکت میں ارسال کیا۔حضور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے ذریعہ جواب تحریر فرمایا کہ خواب اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی سلسلہ کی خدمت لے لے گا۔ اس کے بعد 30/ اپریل کو پھر مَیں نے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ بحضور سیدنا و امامنا حضرت امیر المؤمنین۔ السلام علیکم۔ (یہ شعر لکھا ہے اُس پہ کہ)

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

مستریوں کی فتنہ انگیزی اور پولیس کی ناجائز کارروائی سن کر دل قابو سے نکلا جا رہا ہے۔تھوڑا ہی عرصہ ہوا تو مَیں نے خواب میں شریروں کا ایک گروہ حضور کے گرد جمع دیکھا جسے مَیں نے بذریعہ

بقیہ صفحہ 5 پر

تو میرا وطن، میرا وطن ہے

خوشبو ہے فضاؤں میں زمیں رشک چمن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

تو قائد اعظم کی امانت ہے میرے پاس
مٹی میں تیری خون شہیداں کی رچی باس
قربان ترے نام پہ یہ روح و بدن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

لہراتا رہے اونچے سے اونچا تیرا پرچم
اکناف میں گونجے تیرے گیتوں کی ہی سرگم
ہے تیری عطا سر پہ جو یہ نیلا گگن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

جو آنکھ اٹھے تیری طرف پھوڑ کے رکھ دیں
روکے جو ہمالہ اسے توڑ کے رکھ دیں
ہر بیٹا ترا عزم جواں کوہ شکن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

یہ کلمہ طیب کہ جو بنیاد وطن ہے
جو اس کو پڑھے اس کے لئے دار و رسن ہے
آزاد فضاؤں میں عجب ایک گھٹن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

جاں اپنی ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہیں ہم لوگ
ہم جیسے زمانے میں نظر آئیں گے کم لوگ
شمشیر بکف بھی ہیں سروں پہ بھی کفن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

اے میرے وطن! تجھ پہ نچھاور میں کروں جان
تجھ سے ہے میری شان زمانے میں ہے پہچان
آزاد ہوں میں تن پہ جو زنجیر وطن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

ہم ایک طرف، ایک طرف سارا زمانہ
مولیٰ ہمیں آفات و مصائب سے بچانا
شیطان بھی ہے گھات میں اور راہ کٹھن ہے
تو میرا وطن، میرا وطن، میرا وطن ہے

لئیق احمد عابد

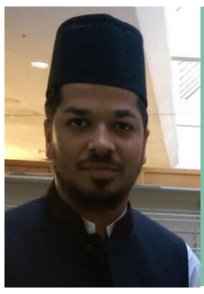

خواجہ فہد احمد۔ کریباس

جماعتِ احمدیہ کیریباس کا تعارف اور زمین کے کناروں تک تبلیغ کا نظارہ

جلسہ سالانہ کیریباس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام کہ ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ بار بار بڑی شان کے ساتھ پورا ہوتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس نشان کو ایک نئی شان کے ساتھ پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق دی۔ یہ 2015ء کی بات ہے جب مجھے مرکز کی طرف سے اطلاع ملی کہ میری تقرری کیریباس آئی لینڈ میں ہوئی ہے۔ میں نے اس وقت اپنا فون نکالا اور گوگل میپ پر تلاش کیا، بہت دفعہ زوم کرنے کے بعد بحرِاوقیانوس میں چند نقطے دکھائی دیے جن میں سے ایک نقطہ کا نام کیریباس تھا۔ یہ زمین کا ایک ایسا کنارہ تھا جہاں اسلام کا پیغام جماعت احمدیہ سے پہلے کسی نے نہیں پہنچایا تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے جزیرے بہت دور اور دنیا سے اتنے الگ تھلگ ہیں کہ عام لوگوں نے کبھی ان کا نام تک نہیں سنا ہوگا۔ جہاں جانے کیلئے دو تین دن کا سفر کرنا پڑتا ہے یوں بھی کریباس جانے کے لیے کوئی ڈائریکٹ فلائٹ نہیں ہے۔ میرا پہلا سفر ٹورانٹو (کینیڈا) سے شروع ہوا اور لاس اینجلس (امریکہ) اور پھر فجی سے گزرتے ہوئے تقریباً تیس گھنٹے کے بعد جا کر پہنچا۔ کیریباس اور اس کے اردگرد جزیرے خط استواء کے اردگرد واقع ہیں۔ اور کیریباس ان سب جزائر سے اوپر واقع ہے۔ اس وجہ سے دنیا میں سب سے پہلے دن کا آغاز کیریباس میں ہوتا ہے اور نئے سال کا آغاز بھی سب سے پہلے کیریباس میں ہوتا ہے۔ کیریباس کا ٹائم لندن ٹائم سے 12 گھنٹے آگے ہے۔ اس ملک کی آبادی تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ اس کی لوکیشن کی وجہ سے یہاں موسم سارا سال گرم رہتا ہے۔ سال میں دو ہی موسم ہیں ایک بارش کا اور ایک خشک۔

ان جزائر کی دلچسپ بات یہ ہے کہ ہر ایک جزیرہ بہت سے ٹکڑوں کا مجموعہ ہے۔ جیسا کہ کیریباس جزیرہ 33 ٹکڑوں کا مجموعہ ہے جن میں سے اکیس آباد ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے جزیروں میں سفر کے لیے سمندر میں کشتی کے ذریعے سفر کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے سمندر کی لہریں اور ہوا کا سازگار ہونا ضروری ہے۔ اگر آپ سوچ رہے ہیں کہ کیریباس آئی لینڈ ان جزیروں کی طرح ہے جو ہم ٹی وی میں دیکھتے ہیں جس میں پہاڑ، آبشاریں اور جنگلات ہوتے ہیں تو آپ غلط سوچ رہے ہیں یہ جزائر ایسے نہیں ہیں۔ جزیرہ کیریباس جیسے جزیروں کو ’’آٹول‘‘ کہتے ہیں۔ یہ آٹول دراصل آتش فشاں سے بنتے ہیں جو پانی کے نیچے سمندر میں پھٹتے ہیں۔ جب آتش فشاں پھٹ جاتا ہے تو اس کا لاوا چٹان میں بدل جاتا ہے۔ اور سطح سمندر سے اوپر نکل آتا ہے۔ پھر اس کے چاروں طرف مرجان یعنی کورل نامی سمندری زندگی بننے لگتی ہے یہ کورل بہت سخت ہوتے ہیں۔ ان کی برادری پھیلتی جاتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ریتلی زمین میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ یہ عمل کئی ملین سال تک ہوتا رہتا ہے اور آتش فشاں سے بنی چٹان سمندر کی لہروں سے رگڑ رگڑ کر سطح سمندر سے نیچے چلی جاتی ہے۔ اور ان کورل سے بنا ایک دائرہ یا آدھا دائرہ چھوڑ جاتی ہے۔ جس کے درمیان پانی ہوتا ہے جو’’ لاگون‘‘ کہلاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آٹول کو بننے میں 30 ملین سال لگتے ہیں۔ آٹول جزائر سطح سمندر سے صرف چند فٹ اوپر ہوتے ہیں۔ ان کی زمین بالکل ریتلی اور ریگستان کی طرح ہوتی ہے۔ یہ زمین زرخیز نہیں ہوتی اس لیے یہاں چند چیزیں ہی اگائی جاسکتی ہیں۔ جیسے ناریل، کیلے، پانڈانس، کدو، تارو اور بریڈ فروٹ۔

رب العالمین کی رحمتوں کے نظارے دیکھ کر انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ پھلوں اور سبزیوں کی اتنی کم اقسام کے باوجود بھی انسان کی تمام غذائیت کی ضروریات ان چیزوں سے پوری ہو جاتی ہیں۔ اور پیارے شافی خدا نے اپنے بندوں کے لئے بیماریوں سے شفا پانے کے لئے انتظام کیا ہے۔ انہیں مختلف پودوں کے مختلف حصوں سے مقامی لوگ ادویات تیار کر لیتے ہیں اور عام طور پر ڈاکٹر کے پاس جانے سے زیادہ ان ادویات کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس آئی لینڈ کی زمین کی چوڑائی بعض جگہ پر بہت تنگ ہے بعض جگہ پر چوڑائی ایک امریکی ہائی وے کے برابر ہے۔ یہ جزیرہ سطح سمندر سے صرف دو میٹر کی بلندی پر ہے۔ گلوبل وارمنگ والوں نے یہ وارننگ دی ہے کہ بس اگلے 70 سالوں میں کیریباس دنیا کے نقشے سے مٹ سکتا ہے۔ یہ قوم عام طور پر پسماندہ ہے۔

کیریباس کے متعلق ایک دلچسپ تاریخی واقعہ ہے کہ لفظ کیریباتی کا تلفظ اصل میں کیریباس ہے۔ لیکن جب عیسائی مشنری اس ملک میں آئے اور انہوں نے بائبل کا مقامی زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا اور اس کام کے لیے جو ٹائپ رائٹر استعمال کی ضرورت تھی اس کا ’’s‘‘ کے حرف کا بٹن خراب نکلا جس کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ جہاں حرف ’’s‘‘

کریباس کے دارالحکومت جزیرے کا سیٹلائٹ ویو۔ اس قسم کے جزیرے کو آٹول کہتے ہیں

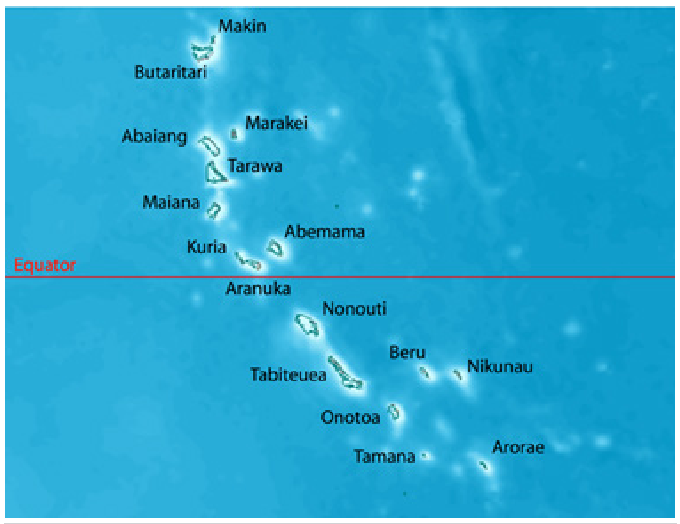

کیریباس ملک کے جزائر

کی ضرورت ہوتی وہاں پانچ دفعہ ’’T‘‘ لکھ دیتے اس طرح کیریباس کے سپیلنگ کیریباتی ہو گئے۔ کیریباس کی کوئی تحریری زبان نہیں تھی لیکن جب عیسائی مشنری وہاں آئے تو انہوں نے لکھنے کے لیے انگریزی زبان کے حروف استعمال کرنے شروع کیے۔

کیریباس کی زبان میں حرف’’ل‘‘ نہیں ہے چنانچہ حال ہی میں ایک نئے احمدی نے فارم پُر کرتے ہوئے اپنے مذہب کا نام لکھا یعنی مسلم۔

کریباس میں احمدیت کا نفوذ

آج سے تقریبا تیس سال پہلے 1987ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی بابرکت راہنمائی میں اسلام کے ایک سپاہی حافظ جبرائیل احمد سعید صاحب مرحوم نے اس زمین پر قدم رکھا۔ اس نوجوان مشنری کا تعلق گھانا سے تھا اور آپ کی تقرری مندرجہ ذیل جزائر پہ ہوئی:

Tuvalu, Solomon Islands, Marshall Islands, Federated States of Mirconesia (FSM) and Kiribati

کیریباس میں اس کے علاوہ مختلف وقتوں میں مشنری خدمات سرانجام دیتے رہے جو مندرجہ ذیل ہیں: مبلغ سلسلہ عمر فاروق یحییٰ صاحب، مبلغ سلسلہ ابراہیم آرکوہ صاحب، مبلغ ومربی سلسلہ احتشام الحق محمود کوثر صاحب اور خاکسار مبلغ و مربی سلسلہ خواجہ فہد احمد۔

حافظ جبرائیل سعید صاحب کو سب سے پہلے جزیرہ طوالو میں تعینات کیا گیا۔ آپ نے آٹھ سال تک جزائر میں خدمات سرانجام دیں اور دوسرے جزائر کے کئی دورے کیے۔ جب حافظ جبرائیل کیریباس تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے آنے سے پہلے ہی اسلام کا پودا اس جزیرہ میں لگا دیا تھا۔ اس وقت پورے آئی لینڈ میں ایک بھی مسلم نہیں تھا۔ کیریباس کی ایک نوجوان عورت جس کا نام’’ میلے‘‘ تھا کو کہیں سے قرآن مجید کا ایک نسخہ ملا۔ وہ قرآن پڑھ کر اتنی متاثر ہوئی کہ دل سے اس پر ایمان لے آئیں

اور اپنے طور پر عبادت شروع کر دی سوائے سجدے کے اس کو نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا جب اس کے والد نے اس کو نئے طریقے سے عبادت کرتے دیکھا تو اس نے شدید غصے کا اظہار کیا اور قرآن مجید کو پھاڑنے کی دھمکی دی۔ اس نے جواب میں اپنے باپ کو کہا کہ تو پھر بائبل کے بھی وہ صفحات پھاڑ دینے چاہیے جن میں حضرت عیسیٰؑ کا خدا کے آگے سجدہ کا ذکر ہے۔ وہ اپنے عقیدہ پر بہت بہادری سے قائم رہیں اور اپنے خاندان اور ارد گرد کے لوگوں میں مسلمان کے نام سے مشہور ہوگئی۔ جب حافظ جبریل صاحب کیریباس پہنچے تو انہوں نے آس پاس پوچھا کہ یہاں کوئی مسلمان ہے تو سب نے میلے کے گھر کی طرف اشارہ کیا بعد میں اس کو انیسہ نام دیا گیا۔ آپ کے آنے کے بعد انیسہ نے اسلام کی تعلیمات سیکھی اور ان کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کیریباس جماعت کو انیسہ کی صورت میں سلطان نصیرہ عطا کیا۔ جو آج بھی کیریباس جماعت کے لیے قابل تقلید وجود ہے۔

کیریباس میں اسلام احمدیت کے علاوہ عیسائی مذہب کے فرقے:
Catholicism, Protestant, Jehovah Witness, Seventh Day Adventists, Latter Day Saints/ Mormonism, and Bahaism موجود ہیں۔

کری باس میں احمدیہ مسجد

کیریباس اور اس کے ارد گرد کے جزائر میں سوائے جماعت احمدیہ کے کسی مسلمان فرقے کی مسجد نہیں ہے۔ غیر احمدی مسلمانوں نے اپنے سینٹر قائم کرنے کی کوشش کی لیکن یہاں کی سخت زندگی اور مشکلات کی وجہ سے وہاں ٹھہر نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں ان جزائر میں اسلام کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کی مساجد اور مشن تعمیر کیے گئے ہیں۔

کیریباس میں زندگی بہت ہی سادہ ہے اور باقی دنیا سے بہت مختلف

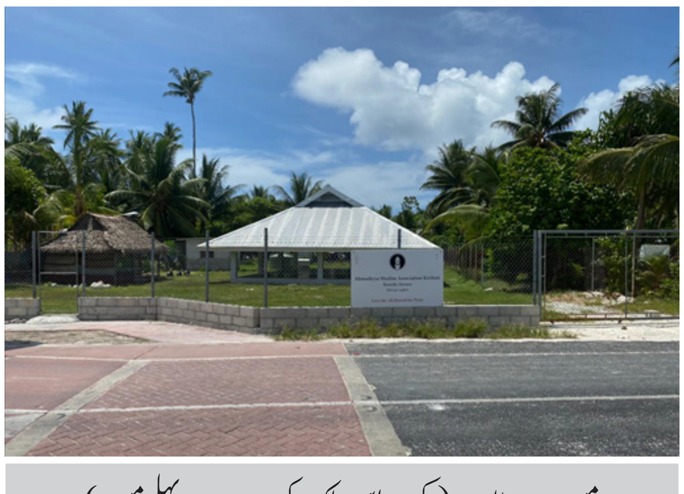

مسجد بیت الاحد (کیریباس ملک کی سب سے پہلی مسجد)

محترم تیراوئی طبریا صاحب حضور انور سے ملاقات کرتے ہوئے۔ وہ اس وفد کا حصہ تھے جو کریباس سے یو کے جلسہ میں گیا تھا۔ انہوں نے برطانیہ میں اسلام احمدیت قبول کی۔ اور واپسی پر جوش و جذبے سے تبلیغ کی اور تیس سے زائد لوگوں کو اسلام احمدیت میں داخل کیا۔ انہوں نے قومی اسمبلی میں 1991-1998 تک وزیر تعلیم کے طور پر کریباس حکومت کی خدمات انجام دی۔

ہے۔ چند سال پہلے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لیے مقامی ممبران کا ایک وفد لندن گیا امیگریشن آفسر نے ایک ممبر سے پوچھا کہ تمہاری کتنی آمدن ہے اس نے جواب دیا کہ اس کی بیوی اسکول ٹیچر ہے اور وہ پچاس ڈالر کماتی ہے۔ امیگریشن آفسر نے چونک کے پوچھا کہ اتنی کم آمدن میں گزارا کیسے ممکن ہے تو اس نے مسکرا کر کہا کہ ہمیں اپنے جزیروں میں پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کو گھر کی ضرورت ہوتی ہے تو لکڑی درخت سے کاٹ کر گھر بنا لیتے ہیں اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو سمندر سے مچھلی پکڑ لیتے ہیں۔ یا درخت سے کوئی پھل توڑ کر کھا لیتے ہیں۔ زیادہ تر مقامی لوگوں کی زندگی اس قدر سادہ ہے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے یہ لوگ عموماً ننگے پاؤں چلتے ہیں۔ ان کے گھر کی چھت ہوتی ہے لیکن دیواریں نہیں ہوتی، باتھ روم بنانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے لیکن وقت کے ساتھ ان جزائر میں تبدیلی آرہی ہے۔ درآمد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ چند سال سے یہاں انٹرنیٹ کی سہولت بھی میسر ہے۔ چاول کی امپورٹ کی وجہ سے مقامی لوگ تینوں وقت چاول کھانا پسند کرتے ہیں۔ چینی کا استعمال بھی لوگ بے تحاشہ کرتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے لوگ پانی میں چینی ملا کر پیتے ہیں جماعت کے ایک ممبر نے مجھے بتایا کہ بہت پہلے جب صرف کنویں کے پانی کا پانی دستیاب تھا۔ وہ کڑوا تھا۔ اس کو پینا بہت مشکل ہوتا تھا جب چینی دستیاب ہوگی تو لوگوں نے پانی میں چینی ملانا شروع کر دیں پھر یہ نسل در نسل معمول بن گیا۔ دارالخلافہ تاراوا میں چینی کی وجہ سے نصف آبادی ذیابطیس کا شکار ہوگئی ہے۔

جماعت احمدیہ کی مخالفت

یہاں کے لوگ مہربان اور خوش مزاج ہیں لیکن مختلف مذاہب کی وجہ سے آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جس میں مغربی میڈیا

بیت العافیت (جماعت احمدیہ کیریباس کا مشن ہاوس)

نے بھی اسلاموفوبیا بنانے میں کردار ادا کیا ہے۔ یہاں کے لوگ اپنی سادہ طبیعت کی وجہ سے ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور اسلام کو قاتل مذہب پکارتے ہیں۔ یہ لیبل بعض اوقات دوسرے مذہبی لوگوں کی ذریعے کیا جاتا ہے۔ جب سے جماعت احمدیہ قائم ہوئی ہے تمام مبلغین بہت محنت سے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ کیریباس کے عوام نے اپنے صدر مملکت سے شکایت کی کہ قاتلوں کو اپنے ملک کے اندر آنے کی اجازت کیوں دی ہے؟ اس پر ملک کے صدر نے اسلام کا دفاع کیا۔ کیونکہ وہ جماعت احمدیہ کے ذریعے اسلامی تعلیمات سے خوب آگاہ تھے اور ان کو کہا کہ میں نے قرآن مجید پڑھا ہے اور میں اسلامی تعلیمات کو جانتا ہوں اور یہ کہ اسلام ایک پرامن مذہب ہے۔ یہاں احمدی مبلغین نے مخالفت کو بڑے ہمت اور حوصلہ سے برداشت کیا جیسا کہ ایک واقعہ ہے جو سابق مشنری مبلغ سلسلہ احتشام الحق کوثر کو پیش آیا جب وہ مائکرونیشیا قریبی آئی لینڈ میں خدمت انجام دے رہے تھے۔ جس گاؤں میں مربی صاحب کی تقرری ہوئی وہاں اتنی مخالفت تھی کہ وہاں کے لوگوں نے ان کے گھر کا پانی بند کر دیا جب ساتھ والے گاؤں کے لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس بات کو انسانیت کے خلاف سمجھتے ہوئے مربی صاحب کے گھر پانی پہنچانے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔
اسی طرح ایک آدمی جب بھی مربی صاحب کے پاس سے گزرتا ان پر پتھر پھینکتا اور گالیاں دیتا لیکن مربی صاحب جواب میں مسکرا کر کہتے السلام علیکم میرے دوست آپ کیسے ہیں؟ آخر کار کچھ عرصے کے بعد مربی صاحب کے حسن سلوک کو دیکھ کر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگی اور بعد میں بہت عزت سے پیش آنے لگا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے "اور جب جاہل انسان ان سے مخاطب ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو"۔
مبلغین کو ہی صرف سخت حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا بلکہ ان لوگوں کو بھی بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں جو اسلام قبول کرتے ہیں اور اپنی ایمان کی حفاظت کرتے ہیں۔

کیر یباس کا معاشرہ خاندان اور برادری سے بہت جڑا ہوا ہے۔ جہاں انسان اپنے پڑوسیوں کے لئے ہمیشہ موجود ہوتے ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے الگ ہونا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جب کوئی بھی ان میں سے اسلام قبول کرتا ہے تو ان کے خاندان اور برادری ان کو گھر سے نکال دیتے ہیں اور بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں کے پادریوں کی طرف سے بھی لعنت کی دھمکیاں آجاتی ہیں۔ ان سب مشکلات کے باوجود اسلام کی روشنی ان کے دلوں تک پہنچتی ہے تو وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کر لیتے ہیں۔ کریباس میں کچھ مذہبی رہنماؤں نے لوگوں کے ذہنوں میں یہ خوف پیدا کر دیا ہے کہ اگر وہ ان مذہبی رہنماؤں کی باتوں پر عمل نہیں کریں گے تو ان پر لعنت بھیجی جائے گی۔ ایسا ہی ایک واقعہ چند سال پہلے پیش آیا جب ہماری جماعت کا پری اسکول اچھی اور مفت تعلیم کی وجہ سے مشہور ہو رہا تھا۔ گاؤں کے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے کیتھولک پری اسکول چھوڑ کر احمدیہ مسلم پری اسکول میں شمولیت اختیار کرنا شروع کر دی۔ کیتھولک اسکول کا لوکل لیڈر اور پادری نے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ”جو بھی مسلم پری اسکول جائے گا اس پر لعنت بھیجی جائے گی“۔ یہ سن کر بہت سے والدین نے اپنے بچوں کو ہمارے احمدیہ پری اسکول سے نکالنا شروع کر دیا۔ احمدیہ مسلم جماعت کے صدر صاحب پریشان ہو کر خاکسار کے پاس آئے اور کہا کہ اب ہم کیا کریں گے؟ پادری نے ہم پر لعنت بھیجی ہے اور بہت سے طالب علم چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ پھر میں نے ان کو لفظ ”لعنت“ کا مطلب سمجھاتے ہوئے کہا کہ چونکہ اس نے ہم پر لعنت بھیجی ہے، اس لیے اب ہمارا کام ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بائبل اور قرآن پاک سے اس لفظ کے صحیح معنی سے آگاہ کریں۔ اور پھر یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ اس واقعہ کے بعد کیتھولک پری اسکول میں حاضری کم ہونے لگی اور ہمارے پری اسکول میں حاضری بڑھنے لگی۔ ایک سال کے اندر کیتھولک چرچ کو اپنا پری اسکول بند کرنا پڑا۔ آج احمدیہ پری اسکول اتنا مشہور ہے کہ آس پاس کے گاؤں کے بچوں کے والدین بھی اپنے بچوں کو یہاں بھیجتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہمارے اسکول میں ہر سال 50 سے زیادہ بچے داخل ہوتے ہیں۔

احمدیت، عافیت کا حصار

کیر یباس میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کرنے سے پہلے شراب، نشہ آور چیزوں میں برے طریقے سے ملوث تھے۔ اس کے علاوہ ایک نہایت خطرناک نشہ جس کو کاوا کہا جاتا ہے۔ جو فیجی میں بنتا ہے۔ اور دوسرے جزیروں میں برآمد کیا جاتا ہے۔ اس کے اتنے بد اثرات ہیں کہ آہستہ آہستہ انسان کے جسم کو چند گھنٹوں کے لیے مفلوج کر دیتا ہے۔ بدقسمتی سے یہاں کا معاشرہ ان نشہ آور چیزوں کی دلدل میں بری طریقے سے پھنسا ہوا ہے۔ کہ اس سے چھٹکارا پانا ان کے لئے بہت مشکل ہو گیا ہے یہاں تک کہ ان کے مذہبی لیڈر بھی اس نشے آور جوئے کے شکار ہیں۔ جو کہ آئندہ نسلوں کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ ان حالات میں اسلام احمدیت ہی ان کے لیے عافیت کا ایک حصار ہے۔ جب یہ لوگ احمدیت قبول کرتے ہیں تو اسلام کی تعلیمات کی وجہ سے ان کا طرزِ زندگی بالکل تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ بہترین روحانی زندگی کے سفر پر چل پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان برائیوں سے نجات پا لیتے ہیں اور اپنے معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیر یباس میں مخالفت کی وجہ سے کئی برسوں تک جماعت احمدیہ اپنی کوئی مسجد تعمیر نہ کر سکی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور انور کی دعاؤں کی بدولت تیس سال بعد 2017 میں کیر یباس کی پہلی مسجد تعمیر کی گئی جس کا نام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الاحد رکھا اور 2018 میں ایک دوسرے گاؤں میں مشن ہاؤس جس کا نام بیت العافیت رکھا گیا۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کیر یباس نے اپنا پہلا جلسہ سالانہ 2017 میں بڑی کامیابی کے ساتھ منعقد کیا۔

جماعت احمدیہ نے ایک پسماندہ گاؤں میں مسلم اسکول شروع کیا۔ جہاں پر غریب بچوں کے لیے تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا اس اسکول میں اچھی تعلیم کے علاوہ اس میں کوئی فیس نہیں ہے یہاں کی حکومت کی طرف سے کوئی قانون نہیں ہے کہ ہر بچہ اسکول جائے۔ اس لیے غریب ماں باپ فیس نہ دے سکنے دینے کی وجہ سے بچوں کو اسکول نہیں بھیجتے۔ اس لئے جماعت کا یہ اسکول ان کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ ابھی تک ہمارے پری اسکول کی پانچ گریجویشن تقاریب منعقد ہو چکی ہیں۔ اور 80 سے زیادہ بچے گریجوایٹ ہو کر اگلی کلاسوں میں جا چکے ہیں۔ جماعت احمدیہ کیر یباس سالانہ اجتماع کے موقعہ پر کھیلوں کا پروگرام بھی منعقد کرتی ہے۔ ہماری ایک احمدیہ مسلم ساکر لیگ ہے جس میں 60 سے زیادہ کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ اور یہ سارا پروگرام جماعت کی پراپرٹی میں منعقد کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہاں لجنہ اماءاللہ نے بھی بڑی پیش رفت کی ہے اور اپنا سالانہ اجتماع اور تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا ہے۔ اللہ کے فضل سے ہر سال کیر یباس میں لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہو رہے ہیں اور دن بدن دنیا کے اس گوشے میں جماعتیں اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے اور کیر یباس کے پسماندہ باشندوں کے لئے ایسا ہی مکمل دین ہے جیسا کہ ایک ترقی یافتہ ملک کے باشندوں کے لئے یہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

تلوار کے منتشر کیا اور ان کے سرغنہ کو قتل کیا۔ یہ خواب مَیں نے حضور کی خدمت میں تحریر کیا تھا۔ جس پر حضور نے رقم فرمایا تھا کہ ”خدا تعالیٰ تم سے کوئی خدمتِ دین لے لے گا“۔ سو مَیں اس خدمت کی ادائیگی کے لئے نہایت بے تابی سے چشم براہ ہوں لیکن مَیں نہیں جانتا کہ یہ کس طرح ادا ہو گی۔ سوائے دعا اور خدا کی استمداد کے اَور کوئی ذریعہ نہیں پاتا۔ حضور سے التجا ہے کہ میرے لئے دعا فرمائی جائے کہ خدا میری کمزوریوں سے درگزر فرما کر میری دعاؤں کو قبول فرمائے اور مجھے خدمتِ دین کے حصول کا عملی موقع عطا کرے۔ والسلام امیر محمد خان، سب انسپکٹر اشتمال اراضیات، ضلع جالندھر۔ کہتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ سات سال کے بعد میری یہ خواب حرف بحرف پوری ہوئی یعنی 1924ء میں مَیں نے ایک اعلیٰ افسر کے ایماء پر ملازمت سے استعفیٰ دیا جو بعد میں اُس کی دھوکہ دہی ثابت ہوئی کیونکہ اُس نے بعض وجوہات کی بناء پر مجھے کہا تھا کہ مَیں بھی ملازمت چھوڑ رہا ہوں، تم بھی چھوڑ دو۔ لیکن پتہ لگا کہ اُس نے خود اب تک ملازمت نہیں چھوڑی اور اشتمال اراضیات میں مجھے 90 روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی اور اب قادیان میں صرف 20 روپے لے رہا ہوں ”جیسا کہ خواب میں بتلایا گیا تھا“ اور ملازمت بھی انجمن کی نہیں بلکہ تحریکِ جدید کی ہے جو خاص حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک ہے اور 1934ء سے ملازمت سے برطرف ہو کر آخر 1936ء تک بوجہ خانگی کاروبار گھر پر رہا اور اب یہاں آ کر خوارج کے فتنہ کو بچشمِ خود دیکھا اور دعاؤں کی توفیق پائی اور فخر الدین صاحب بانی سرغنہ کے قتل کا واقعہ بھی بچشمِ خود دیکھا۔

عطا کیں تُو نے میری سب مرادات
کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 152-156 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

حکیم عطا محمد صاحبؓ جن کی بیعت 1901ء کی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کے غالباً ایک ماہ بعد حکیم احمد دین صاحب شاہدرہ سے لاہور میرے مکان پر آئے اور فرمانے لگے کہ چلو آج محمد علی صاحب سے مسئلہ نبوت پر کچھ گفتگو کرنی ہے۔ مَیں بھی اُن کے ساتھ ہو گیا۔ وہاں مسجد میں دوستانہ طور پر حکیم احمد دین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے گفتگو شروع کر دی۔ کوئی پندرہ بیس منٹ تک سلسلہ جاری رہا۔ اس بات پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے کہ نہیں تھے۔ کہتے ہیں بعد میں ہم سب اپنے اپنے گھر آ گئے۔ رات کو مَیں نے دعا کی کہ الٰہی! مولوی محمد علی نے جو بیان کیا ہے وہ کچھ سچ معلوم ہوتا ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بارے میں کچھ شبہ ڈال دیا) میرے دل کو تُو خود ہی سنبھال۔ مَیں نے رات کو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تیزی سے گھبرائے ہوئے آئے ہیں اور فرمایا کہ وہ دیکھو۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک کبوتر باز نہایت غصّہ سے بھرا ہوا اُس کبوتر کی طرف دیکھ رہا ہے جو کہ دوسرے کبوتر باز کی چھتری پر جا بیٹھا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دیکھو! کبوتر باز کو جو کہ دوسرے کی چھتری پر جا بیٹھے، نہایت حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے تم بھی کبھی پیغام بلڈنگ میں نہ جایا کرو۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت! مَیں کبھی نہیں جاؤں گا۔ پھر میری نیند کھل گئی اور اللہ کے فضل کا شکریہ ادا کیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 7 صفحہ 179 از روایات حضرت حکیم عطا محمد صاحبؓ)

(خطبہ جمعہ 15/ فروری 2013ء)

مجیب احمد منیر۔ مبلغ انچارج، ماریشس

ماریشس میں احمدیت

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

جزیرہ نما ملک ماریشس کی تاریخ کا خلاصہ

ماریشس، بحر ہند میں جزیرہ ملک، افریقہ کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ جغرافیائی طور پر، یہ مسکرین جزائر کا حصہ ہے۔ ماریشس کو سب سے قبل عربوں نے اور پھر ملائشین اور پھر یورپین لوگوں نے دریافت کیا۔سولہویں صدی کے شروع میں یہ دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا۔سب سے قبل ہالینڈ پھر فرانس اور 1810ء میں برطانیہ کے قبضہ میں آ گیااور 12 مارچ 1968ء کو آزاد ہوا۔ اس کا دارالحکومت پورٹ لوئس ہے۔

تقریباً دو تہائی آبادی برصغیر پاک و ہندنژاد ہے، جن میں سے زیادہ تر 19ویں اور 20ویں صدی کے اوائل میں شوگر کی صنعت میں کام کرنے کے لیے لائے گئے مزدوروں کی اولاد ہیں۔ آبادی کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ کریول (مخلوط فرانسیسی اور افریقی نسل کا) ہے، اور چینی اور فرانکو-ماریشین نسل کے لوگ بہت کم ہیں۔

1891 میں سرکاری مردم شماری کے مطابق ماریشن آبادی کچھ اس طرح تھی۔ عام آبادی 114,668 ہندوستانی 255,920 اس طرح کل آبادی 370,588 تھی۔ اگرچہ انگریزی سرکاری زبان ہے، لیکن یہ بہت کم لوگ بول سکتے ہیں۔ لوکل کریول زبان، جو کہ فرانسیسی زبان پر بنیاد کرتی ہے جسے آبادی کا تقریباً 4/5 حصہ بولتا ہے اور یہ ملک کی عام زبان ہے۔ بھوجپوری زبان، آبادی کا دسواں حصہ بولتا ہے، اور فرانسیسی تھوڑی فیصد بولی جاتی ہے۔ جزیرے پر بولی جانے والی دیگر زبانوں میں ہندی، چینی، مراٹھی، تامل، تیلگو اور اردو شامل ہیں۔موریشن لوگ عام طور پر دو، تین یا بعض اوقات اس سے بھی زیادہ زبانیں بولتے ہیں، اور یہاں کا تعلیمی نظام بھی مختلف زبانوں کی تعلیم سیکھنے کو مدد کرتا ہے۔

ماریشس افریقہ کا وہ واحد ملک ہے جہاں پہلا مذہب ہندو مت

کارنر آف دی ارتھ

ہے۔کیونکہ 52 فیصد ہندوستانی تارکین وطن کا تعلق ہندو مذہب سے تھا۔ اس کے علاوہ عیسائی تقریباً 28 فیصد اور 16.06 فیصد آبادی کا تعلق سنّی مسلمان فرقے سے ہے۔

ماریشس کو جمہوری، معاشی اور سیاسی آزادیوں کے لحاظ سے اچھا شمار کیا جاتا ہے۔ماریشس میں انسانی ترقی کا معیار تمام افریقہ میں سب سے اچھا ہے۔ ماریشس اپنے مختلف لوگوں کی بہت سی ثقافتوں اور روایات کا بھرپور مرکز ہے۔جس کے مطابق سال بھر میں بہت سی تعطیلات اور تہوار مقرر ہوتے ہیں۔ سالانہ تہوار زیادہ تر مذہبی ہوتے ہیں جو کہ یہاں کے لوگوں کے عقیدے کی عکاسی کرتے ہیں۔

پورا ملک یکم فروری کو غلامی کے خاتمے کا دن مناتا ہے۔

12 مارچ، 1968ء کو ماریشس نے اپنی آزادی حاصل کی۔

اور سَر سیی وُہ ساغر رام غلام (Sir Seewoosagar Ramgoolam)قوم کے پہلے وزیر اعظم بنے۔

ماریشس میں اسلام کی تاریخ اور پہلی مسجد

1798ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے جو ”پورٹ لوئس“ ملک کے دارالحکومت میں رہتے تھے اُس وقت کے گورنر کے پاس جاکر پہلی مسجد کے لئے درخواست دی۔جس پر انہیں زمین کا ایک ٹکڑا جو کہ ”پورٹ لوئس“ کے شمال میں ایک محلہ میں واقع تھا ملا۔ اس پر 1805ء میں ایک مسجد تعمیر کی گئی۔جس سال یہ زمین دی گئی اُسی سال ایک بڑی مسلم آبادی اس جگہ کے آس پاس آ کر آباد ہوگئی تھی جو اب بھی موجود ہے۔

1810ء میں انگریزوں نے اس جزیرے پر قبضہ کرلیا۔ پہلے گورنر ”سر رابرٹ فرکوار“ نے زراعت کے شعبے کو ترقی دینے کی کوشش کی، جس میں مختلف سیاسی یا فوجی جرائم کے مرتکب ہندوستانی قیدیوں سے کام لیا گیا۔ ان میں مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی اور انہوں نے دریائے مغرب کے علاقہ میں ایک دوسری مسجد بنانے کا مطالبہ کیا۔

مسجد دار السلام

مکہ مکرمہ سے چودھویں صدی میں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کے وقت کی خبر

1874 میں، ایک مسلمان بھائی جنکا نام ”الحاج ابراہیم سلیمان اچھا“ تھا، حج پر مکہ مکرمہ کی زیارت کے لئے گئے وہاں آپ نے سنا کہ یہ وقت مسیح

موعود یا امام مہدی کی آمد کا ہے۔

اور پھر یہ اس آخری صدی کے آغاز ہی میں عیسائی پادری عبدالوحید کو پتہ چلا اور اس نے عمر اسلام کو آگاہ کیا تھا کہ اس وقت کوئی مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ہندوستان میں مسیح کا دعویٰ کیا ہے۔

اگرچہ ماریشس، بحر ہند میں ہمارا ایک چھوٹا سا جزیرہ جسے دنیا نہیں جانتی تھی، مگر اس کو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتدائی ماننے والوں میں شامل ہونے کی وجہ سے تاریخ احمدیت میں ایک پہچان ملی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

ماریشس کے مشرق میں ایک جگہ ہے جسے ”دنیا کا کنارہ“ کہا جاتا ہے۔اور خدا کا وعدہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھا کہ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“

ماریشس جزیرے کا پہلا اسلامی رسالہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام

اسی دوران، جزیرے کے دارالحکومت ”پورٹ لوئس“ میں ایک تنظیم ”اخوان المسلمون“ وجود میں آئی اور مکرم نور محمد نورایا صاحب (پہلے احمدی) جو ایک اسکول کے استاد تھے اس تنظیم کے صدر رہے۔ اس تنظیم کے دیگر ممبران میں محمد عظیم سلطان گوش، مولا بکس بھنوں، حسین علی، ابراہیم تیگالی اور باقر علی بہادر شامل ہیں۔

اس تنظیم نے اس وقت جزیرے کا سب سے پہلا مسلم اخبار ”اسلامزم“ شروع کیا۔ تب اس رسالے کو ایڈیٹر انچیف مسٹر نورویا نے دوسرے جرائد کے عوض مختلف اداروں کو بھیجنا شروع کیا۔

انگلینڈ سے موصول ہونے والے ایک جریدے میں، مسٹر نورویا نے ہندوستان کے قادیان میں چھپنے والے جریدے ”ریویو آف ریلیجنز“ کے لئے ایک اشتہار پایا جس کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے رکھی۔

1907 کے اوائل میں، مسٹر نورایا کو رسالہ ”ریویو آف ریلیجنز“ کی کچھ کاپیاں وصول ہونے لگیں اور انہوں نے اپنے رسالہ ”اسلامزم“ میں ان سے اقتباسات کی طباعت شروع کی۔

آپ نے اس بارہ میں ان لوگوں سے گفتگو کی جو اسلام میں دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ لوگ خاص طور پر مسٹر آمودے اچھا جو کہ میجر کہلاتے تھے، موٹا اچھا، الحاج ابراہیم سلیمان اچھا، موٹا اچھا، میاجی رحیم بوکس، مولوی حاجی ابراہیم، جامع مسجد کے امام مدنی، مولوی شیر خان اور سبحان دولت۔

اسکول ماسٹر مسٹر نور محمد نورایا کو حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے پیغام میں دلچسپی تھی، اور وہ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

رسالہ ”ریویو آف ریلیجنز“ کے مضامین نے مسٹر نورویا کے تصورات کو بدل ڈالا اور وہ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل

کرنا چاہتے تھے۔

مئی 1907ء میں شائع ہونے والے ''اسلامزم'' کے شمارے میں، آپ نے اس طرح ایک اشتہار شائع کیا:

''ریویو آف ریلیجنز''ضلع گورداس پور، پنجاب، بھارت۔
سالانہ سبسکریپشن 4 روپے، ایک کاپی۔
جنوری کا نمبر درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے:
آخری ایام کا رسول
اسلامی عقیدہ کے بنیادی اُصول
اسلام کی آفاقیت

برطانوی حکومت کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ

اللہ نے اپنے وعدہ کے مطابق، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دنیا کے کناروں تک پہنچانا شروع کر دیا تھا۔

اور اس طرح 1907ء میں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کا پیغام ہمارے چھوٹے سے جزیرے پر پہنچ گیا۔

مسٹر نورایا نے فوری ثابت قدمی کے ساتھ احمدیت کا مطالعہ کرنا شروع کیا، اور وقتاً فوقتاً ''ریویو آف ریلیجنز'' سے اقتباسات اپنے لوکل رسالہ میں 1914ء تک شائع کرنا شروع کئے۔ اسکے بعد یہ اخبار چھپنا بند ہوگیا۔

آپ نے احمدیت کے بارے میں اپنے وقت کے دانشوروں، جیسے مسٹر تیگالی، ڈاکٹر ساکر دولو، جی ایم اسحاق اور کیمپ ڈی ایبل کے مولوی شیر خان سے بھی بحث کی۔ اور روزہل مسجد کا امام مدنی اور میاجی رحیم بوکس سے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ احمدیت کے تعارف پر ملاقاتیں ہوئیں۔

مسٹر نورویا نے ''اسلامی جائزہ'' کے عنوان سے ایک اور اخبار شائع کیا جہاں وہ مسیح کی آمد کے موضوع پر وضاحت کرتے رہے۔

مسٹر نورویا کو بعد میں عدالت میں حلفاً اعلان کرنا پڑا کہ پیغام احمدیت اور احمدیت کی تعلیم، اسلامی عقائد کے خلاف نہیں ہے۔ شروع میں ان اخبارات کے کسی بھی خریدار یا ایڈیٹر نے احمدیت کے پیغام کی اشاعت پر یا اس کی تبلیغ پر اعتراض نہیں کیا۔

مگر اس نئے عقیدے پر بحث 1913ء سے 1915ء کے درمیان شدت اختیار کر گئی۔ مگر مسٹر نورایا اسلام احمدیت کے بارہ میں اپنا علم بڑھاتے رہے اور انکا ایمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مضبوط ہوتا گیا۔ تاہم وہ ابھی فیصلہ لینے کو تیار نہیں تھے کیونکہ اردو زبان کو ابھی اچھی طرح نہیں جانتے تھے اور نہ ہی عربی زبان کو۔ اور نہ ہی انکو براہ راست ان حوالہ جات کی کتابوں تک رسائی حاصل تھی۔

ماریشس میں پہلا احمدی

1913 میں، مسٹر نورایا نے مسٹر محمد عظیم سلطان گوس سے رابطہ کیا، جو کہ بعد میں روزہل ''محمڈن اسکول'' میں ان کے نئے معاون بن گئے۔

مسٹر نورایا نے ان سے بات کی اور انہیں مسیح موعود اور احمدیت کی دریافت اور اپنی تحقیق کے بارے میں بتایا اور اس طرح مسٹر سلطان گوس بھی سچائی کی تلاش میں، احمدیت کے بارہ میں تحقیق کرنے میں آپ کی مدد کرنے لگے۔ ان دونوں آدمیوں کے مابین ایک سی روحانیت کا جذبہ تھا مسٹر سلطان گوس کے ایک ماموں، جنکا نام میاں جی سبحان رجب علی، جو کہ مختلف مساجد کے امام تھے۔ اس جزیرے میں سب سے زیادہ اثر و رسوخ رکھنے والے سنی معاشرے میں ان کی بہت زیادہ مانگ تھی۔ تب مسٹر سلطان گوس نے مسٹر نورویا کو میاجی سے رابطہ کرنے اور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بارے میں بات کرنے کا کہا۔

میاجی سبحان یہ سب پہلے ہی سے جانتے تھے کہ مسلم دنیا ایک مہدی اور مسیح کی آمد کی توقع کر رہی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے اس دعوے کا ایک گہری نظر سے مطالعہ شروع کیا، کچھ مخصوص قرآنی حصوں کا، مسیح موعود کے نئے نقطہ نظر کی ترجمانی اور اس کے بارے میں اپنے نظریات کا بغور جائزہ لیا۔

مسٹر سلطان گوس نے انجیل کی تعلیم کے لئے اسکول کا سرٹیفکیٹ ''کریڈٹ'' حاصل کیا تھا۔ اس لحاظ سے، ان تینوں حضرات نے اپنی تحقیق کو بڑھانے کا فیصلہ کیا۔

مسیح کے بارے میں، میاں جی کو مرزا غلام احمد کے دعوؤں سے اتفاق کرنا پڑا اور اس بات کی تصدیق کرنا پڑی کہ قرآن پاک کے مطابق، حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے تھے اور آسمان میں زندہ نہیں تھے۔ عظیم سلطان گوس کے علم کے مطابق بھی انجیل، مسیح کی صلیب پر موت اور اس کے آسمان میں اٹھنا ثابت نہیں کرسکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے دلائل کی بنیاد پر، میاں جی سبحان، امت محمدیہ میں حضرت محمد کے بعد، دوسرے نبیوں کے آنے کے امکان کے قائل تھے۔ لہٰذا، انہوں نے حضرت مسیح موعود کے دعوے کی صداقت کو جانا جس سے وہ مطمئن ہو گئے۔

مسٹر نورایا نے زیادہ انتظار نہیں کیا اور اسی سال 1913ء میں انہوں نے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کا خط پہلے خلیفہ حضرت مولوی حکیم نور الدین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں بھجوایا۔

1914ء کے آغاز میں، محمد عظیم سلطان گوس نے بھی ایسا ہی کیا اور اس کے بعد میاں جی سبحان راجب علی نے بھی خود کو احمدی ہونے کا اعلان کر دیا، مگر بعد میں انہوں نے دباؤ کیوجہ سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد، مسٹر مولابوکس بھونو نے بھی احمدیت کو گلے سے لگایا۔

ماریشس میں لوگوں کی عمومی اور مسلمانوں کی خصوصاً مذہبی حالت

احمدیت کا پیغام ماریشس پہنچنے سے پہلے بھی لوگ اسلامی نقطہ نظر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ہندو اور عیسائی اخلاص کے ساتھ اپنے عقیدہ سے وابستہ تھے۔ مگر مسلمان تو ہندو اور عیسائی ثقافتوں سے پوری طرح متاثر تھے۔

چند مسلمان جنہوں نے اپنے ائمہ مساجد کی پیروی کی وہ گمراہی میں مبتلا ہوگئے۔ یہ علماء تعویذ بیچتے تھے جن کے تعویزوں کو تمام جسمانی، اخلاقی، ذہنی اور روحانی پریشانیوں کے لئے علاج سمجھا جاتا تھا، اور اس پر تقریباً تمام مسلمانوں کو کامل یقین تھا کہ بدقسمتی اور برائی کو روکنے کے لئے اور صحت، کامیابی کا حاصل کرنے کے لئے تعویز ایک کامل ذریعہ ہے۔ تاہم تعویذ گنڈوں کا کاروبار بہت ترقی پر تھا۔ قسمت کا حال بتانے والوں اور جادوگروں کو بہت عزت اور احترام دیا جاتا اور انکو دانشمند سمجھا جاتا۔ کچھ مسلمان جنہوں نے تعویذ کو مسترد کر دیا تھا تو انہوں نے آخر نماز کو ہی تسبیح سے بدل دیا۔

ملک میں جادوگروں کے مظاہرے دیکھنا ایک عام بات تھی جبکہ مسلمان جادو، تعویز کرنے اور بیچنے کا مرکزی کردار تھے۔ تاہم مسائل اور بری آفات سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے تقریبًا ہر خاندان ایک جادوگر سے تعلق رکھتا تھا۔ اور یہی اس وقت زندگی کا تصور تھا۔

تین یا چار مختلف اوقات میں اتوار کے دن، اور باقی ہفتے کے دنوں میں شام کے وقت لوگوں کے ہجوم ہر جگہ موجود ہوتے جو گلیوں میں گایا اور ناچ لیا کرتے، اور چیختے پکارتے اور مزاح نگار خاکے پیش کرتے تھے۔ کسی کو بھی مذہب کی پرواہ نہیں تھی۔

اکثریت ابھی بھی مولویوں کے حکموں کے تابع تھی۔ خراب تصورات ان کے ذہنوں میں اتنے جڑ پکڑ گئے تھے کہ انہیں سمجھانا یا قائل کرنا مشکل تھا۔ اور انہیں نجات حاصل کرنے کی بھی پرواہ نہیں تھی۔ مسلمان عموماً اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں تو سب سے نچلی سطح پر تھے مگر جہالت میں سب سے اوپر تھے۔ تب بت پرستی کے حالات عروج پر تھے۔

مذکورہ بدعات کو ختم کرنے کے لئے ایک روحانی طاقت اٹھی اب اسلام کو زندہ کرنے اور ایک نئی روحانی کائنات بنانے کا وقت آ گیا تھا۔ تب احمدیت یعنی حقیقی اسلام، موریشس کے لوگوں کے بچاؤ کے لئے آیا۔ اہل ایمان میں سے کچھ نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا، جبکہ بڑی اکثریت نے قبول نہیں کیا۔

پہلے احمدی

1914ء میں جب پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی تب 12 رائل انفنٹری کا ایک فوجی دستہ ہندوستان سے ماریشس میں آیا۔ یہ فوجی دستہ واکواہ اور فینکس کے قریب کہیں متعیّن ہوا۔ اس کے سپاہیوں میں خوش قسمتی سے چار احمدی، ڈاکٹر لال محمد صاحب، عبدالمجید صاحب، سارجنٹ سید عامر اور بابو اسماعیل خان بھی شامل تھے۔ کچھ مسلمان سپاہی ''فینکس'' کی سید حسین مسجد میں اپنی نمازیں ادا کرنے آتے تھے۔ ہمارے ان احمدی فوجیوں نے جزیرے میں احمدیوں کی تلاش شروع کی۔

برطانوی فوجی کیمپ سے محض چند سو گز پر رجب علی خاندان رہتے تھے۔ مسٹر آدم رجب علی کے باغ کا ایک حصہ ایک ایسی سڑک پر تھا جو بمشکل ایک سو میٹر دور فوجی کیمپ کی طرف جاتا تھا۔ ایک دن اسٹیشن کیطرف جاتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ ایک فوجی آرہا ہے۔ ان کے قریب پہنچ کر اس نے انہیں اسلامی طرز کے ساتھ سلام کیا، جس کا جواب ان دونوں بھائیوں نے دیا اور ان سے کچھ گفتگو کی۔ اس اجنبی شخص نے اس جگہ پر مسلمانوں کی موجودگی کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر اس نے یہ سوال کیا کہ آپ کے علم میں جزیرے پر احمدی مسلمان موجود ہیں؟

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کے دیکھا اور اسے بتایا کہ ہم نے اسلام احمدیت کے بارے میں سنا ہے اور ہم بھی مزید معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ مگر اس معاملے میں ہم آپ کو اپنے بھتیجے محمد عظیم سلطان گوس سے ملائیں گے، جو شاید اس موضوع پر آپ کو بہتر معلومات دے سکتے ہیں۔ یہ شخص ڈاکٹر لال محمد صاحب تھے۔ اسطرح سب سے قبل انکی ملاقات عظیم سلطان گوس صاحب سے ہوئی۔

مسٹر نورویا نے 1913ء کے آخر میں قادیان میں حضرت حکیم مولوی نور الدین رضی اللہ کو جو پہلے خلیفہ تھے اپنی ''بیعت کا فارم'' بھجوا دیا۔ اور 1914ء کے آغاز میں محمد عظیم سلطان گوس نے بھی بھیجوا دیا۔ مسٹر محمد عظیم سلطان گوس نے ایک خط 1914ء میں پہلے خلیفہ کو لکھا جو کہ 11 اپریل 1915ء کے الفضل اخبار میں شائع ہوا تھا۔

پہلا مبلغِ سلسلہ اس جزیرہ پر

اگرچہ پہلی جنگِ عظیم زوروں پر تھی۔ مگر پھر بھی ہمارے نوجوان تینوں احمدیوں نے لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کرنا شروع کر دی۔ بعد میں مسٹر

مولابا کس بھونو ان میں شامل ہوگئے اور اب یہ چار لوگ تبلیغ کر رہے تھے۔

جنگ بری طرح سے جاری تھی برطانوی نوآبادیات مختلف رکاوٹوں کا شکار تھیں، جیسے مالی معاونت، سمندری مواصلات مشکل تھیں۔ بیرون ملک ڈاک کی منتقلی میں خلل پڑ رہا تھا۔

ہندوستان میں پہلے خلیفہ کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعود دوسرے خلیفہ بنے۔ اور ڈاکٹر دین لال محمد صاحب نے درخواست کی کہ اس جزیرے ماریشس پر ایک مبلغ بھیجا جائے۔ چنانچہ 1914ء کے آغاز میں محمد عظیم سلطان گوس نے خلیفہ وقت کو ایک مبلغ بھیجنے کے لئے خط لکھا تا کہ بہتر رہنمائی اور تربیت حاصل کی جائے اور درخواست کی کہ ہماری اس ننھی جماعت کے لئے دعا کریں جو ابھی پیدا ہوئی ہے۔

اس خط کا مضمون اردو سے انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

پیارے حضور!

میں ''ترقی اسلام'' کو 5 روپے کے منی آرڈر، بھیجتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ حضور اس حقیر نذرانہ کو قبول کریں گے۔ میں اس رقم کو بھیجتا ہوں تا اس مقدس مذہب کی تبلیغ میں استعمال ہو جو ہمارے پاس نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لایا ہے۔ اور اس دین سے متعلق بہترین تفسیر آپ کے بابرکت والد حضرت مسیح موعود نے کی۔

میں نے اپنے پچھلے خط میں حضور سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے اپنی جماعت میں قبول کریں۔ مجھے امید ہے کہ میرا خط موصول ہوا ہے۔ میرا دوست اور میرا بھائی جو میرے عقیدے سے اتفاق کرتے ہیں اور جو میرے ساتھ ہیں، انہیں ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضور! براہ کرم دعا کریں تا کہ اللہ ہماری مدد کرے اور ہماری تمام مشکلات کو دور کرے۔ ہمارے لئے ایک راہنما کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اللہ کرے کہ ہماری خواہشات پوری ہوں۔ ہمارے جزیرے کے لئے جو مشنری مقرر کیا گیا ہے وہ ابھی نہیں پہنچا ہے۔ یہاں، ہم کو اسلام کے باہر سمجھا جاتا ہے، کوئی بھی ہمارے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنا نہیں چاہتا، کسی کو بھی ہم سے بات کرنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن ہمارا اللہ بہت بڑا ہے۔ آمین! اوہ میرے پیارے آقا! ہماری رہنمائی کریں اور براہ کرم یہ یقینی بنائیں کہ ہم اپنے دین کی تعلیمات کے بارے میں بہتر رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ آپ کی کاوشوں پر برکت عطا فرمائے اور وہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔ واقعی یہ ایک بہت بڑا احسان ہوگا اگر آپ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر ایک کتاب بھیج سکتے ہیں۔

والسلام،

میں اپنے بہت پیارے حضور کا ایک عاجز بندہ ہوں۔

ایم اے سلطان گوس۔

ماریشس کے پہلے مبلغ

حضرت مولانا صوفی غلام محمد رضی اللہ عنہ

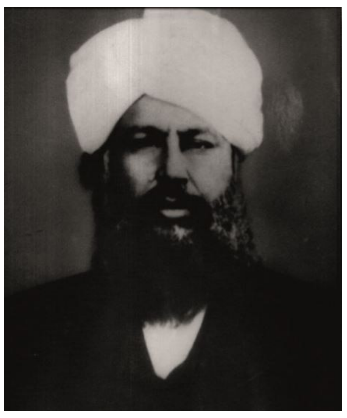

مالی اور دیگر ذرائع کی کمی کے باوجود، خلیفہ وقت نے ان کی درخواست قبول کی اور ماریشس کے پہلے مبلغ کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود کے صحابی، مولانا صوفی غلام محمد صاحب بی اے کی غیرمعمولی شخصیت کا انتخاب کیا۔

آپ 20 فروری 1915ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور 15 جون 1915ء کو مولانا صوفی غلام محمد نے ماریشس کی سرزمین پر قدم رکھا۔

آپ جہاز ایس ایس کنارا پر آئے تھے۔ ایک مسلمان غلام محمد اسحٰق نے اپنے اخبار (Le petit journal) میں حکومت سے آپکی واپسی کا مطالبہ یہ کہہ کر کیا کہ اس جہاز میں ایک ایسا شخص ہندوستان سے آیا ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے عقیدے کے خلاف عقیدہ لیکر آیا ہے اور یہ یہاں دشمنی اور جھگڑا بڑھانے کیلئے آیا ہے۔ اس پر ایک عیسائی اخبار نے جواب دیا کہ غلام محمد اسحاق کو چاہیے کہ پہلے ثابت کرے کہ کیا یہ ایک مسلم ریاست ہے۔

ماسٹر نور محمد صاحب، صوفی صاحب کو جہاز پر ملنے گئے اور بغیر کسی روک کے انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ اور چند ماہ اپنے گھر رکھا۔

صوفی صاحب ماریشس کے پہلے مبلغ سلسلہ تھے۔

صوفی غلام محمد اپنے مشن کا آغاز بڑے جوش وجذبے سے کیا۔ آپ نے جون 1915ء سے لے کر 1916ء کے آغاز تک جزیرے کے بیشتر حصوں کا دورہ کیا، مختلف مساجد اور ان سے منسلک اماموں سے ملاقات کی۔

1919ء میں حضرت صوفی صاحب کی تحریک پر چار نوجوان بغرض حصول علم قادیان روانہ ہوئے۔ جنکے نام پیر محمد حسین صاحب، غلام حسین بھنو صاحب، الیاس اکبر علی صاحب اور زین العابدین رجب علی صاحب۔ 1919ء کی وباء میں پیر محمد حسین صاحب اور الیاس اکبر علی صاحب وفات پاگئے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ اور غلام حسین بھنو نے انگریزی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔

صوفی صاحب کی آمد بہت اہم موقع پر ہوئی کیونکہ اس دوران ماریشس میں احمدیہ جماعت کا قیام ہوا۔ شروع میں تو جزیرے کے مسلمانوں نے اس مبلغ کا پرتپاک استقبال کیا۔ آپ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر انکی مساجد میں نماز پڑھتے یا اکثر و بیشتر نہیں پڑھانے کی باقاعدہ دعوت بھی دی جاتی تھی۔

ان چار احمدیوں کے علاوہ، اللہ نے اپنے فضل سے، ان کی تعداد میں اضافہ کیا۔ صوفی صاحب جو مسٹر نورویا کے ساتھ ''روزہل'' میں رہتے تھے۔ اور بعد میں ایک مکان کرائے پر لیا گیا جہاں آپ ٹھہرے اور وہیں سے احمدیت کی تبلیغ ہوئی۔

احمدیت کی اس لہر نے جزیرے پر سنّی مسلمانوں کے نزدیک خطرے کی سیٹی بجادی اور سنیّوں نے ہندوستان کے علماء سے احمدیوں کو ہرانے کی اپیل کی۔

صوفی غلام محمد صاحب 1881ء میں پیدا ہوئے تھے ان کا آبائی شہر شیخوپورہ تھا۔ آپ بچپن سے ہی یتیم تھے۔ آپ کو حضرت چوہدری رستم علی صاحب نے پالا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وفادار ساتھی تھے۔ چوہدری صاحب اس وقت مونٹ گمری میں بطور انسپکٹر دربار میں کام کر رہے تھے۔ بعد میں وہ ضلع گورداس پور میں منتقل ہوگئے اور صوفی صاحب، قادیان پڑھائی کے لئے چلے گئے۔ چوہدری صاحب انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے اور جماعت کی ترقی کے لئے اپنی ساری آمدنی عطیہ کرتے۔

صوفی صاحب قادیان کے مدرسہ احمدیہ میں پڑھ رہے تھے۔ ایک طالب علم کے طور پر وہ بہت ذہین تھے اور تب انہوں نے اپنا F.A مکمل کیا۔

حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود کو مشورہ دیا کہ صوفی صاحب ایک بہت ہی ذہین طالب علم ہیں اور انہیں طب میں اپنی تعلیم جاری رکھنی چاہیے اور انہیں میڈیکل کالج میں جانا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:

''اس چھوٹے بچے کا بہت ہی نرم دل ہے، وہ میڈیکل اسکول میں داخل نہیں ہوسکے گا۔'' انہیں باتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ لینے کی سفارش کی۔ آپ حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کے بھی طالب علم تھے۔ آپ نے کالج سے بی اے پاس کیا۔

صوفی صاحب جنھوں نے اپنی تعلیم میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور بہت جلد علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے پاس کرلیا۔ صوفی صاحب غیر معمولی طور پر سادہ انسان تھے، وہ ہمیشہ مسکراتے، فطرتاً بہت متقی تھے۔ وہ ایک خوبصورت آدمی تھے۔ وہ قرآن پاک کو جانتے تھے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اچھے لگتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کے ساتھ سفر پر جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے ان سے نماز کی امامت بھی کروائی۔ آپ نے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کردی تھی اور جہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہیں وہ جانے کے لئے تیار رہتے۔ مگر یہ خواب حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کی خلافت میں سچ ہوا۔

آپکی شادی کا اہتمام حضرت مسیح موعود نے کیا تھا آپ نے مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی بیوہ سے شادی کی جن سے آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

پہلی بیوی کی وفات کے بعد آپ نے دوبارہ نکاح کیا اور اس شادی سے تین بچے پیدا ہوئے، دو لڑکیاں اور ایک لڑکا۔ صوفی صاحب کا انتقال 17 یا 18 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں ہوا۔

ماریشس کے دوسرے مبلغ

حضرت حافظ عبید اللہ رضی اللہ عنہ

ماریشس، سینٹ پیئر میں نئے احمدیوں کی تعداد کافی بڑھ رہی تھی تو ان کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے صوفی صاحب کی مدد کے لئے حضرت مولوی عبید اللہ صاحب کو دوسرے مبلغ کے طور پر منتخب کیا۔ اسی دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ تحریک فرمائی کہ احمدیوں کو اپنے بچوں کو لازمی طور پر جماعت کی خدمت کے لئے زندگیاں وقف کرنی چاہیے۔ اس تحریک کو دیکھتے ہوئے حضرت غلام رسول وزیرآبادی نے اپنے بیٹے کو وقف کیا۔

حافظ عبید اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ جو حضرت حافظ غلام رسول وزیر آبادی کے بیٹے تھے۔ حضرت عبید اللہ 1892ء میں پیدا ہوئے۔

1903ء میں حضرت مولوی عبید اللہ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان گئے۔ جہاں انہوں نے 1915-1916ء میں مدرسہ قادیان میں گریجویشن کیا۔ شادی کے آٹھ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی امتہ الحفیظ سے نوازا جنوری 1919ء میں ماریشس میں قیام کے دوران کچھ عرصے بعد اللہ نے اسے ایک بیٹے سے نوازا جولائی 1920ء میں جسکا نام بشیرالدین رکھا۔ یہ وہی بیٹا ہے جو ماریشس میں 1950ء میں بطور چوتھے مبلغ سلسلہ بن کر آئے۔

ماریشس میں خدمت بجا لانے والے مبلغین کرام کے اسماء اور عرصہ تقرری

مبلغین کی اس ملک میں پہنچنے اور واپسی کی تاریخوں میں کچھ اختلاف ہے۔ کیونکہ بعض رپورٹس میں مرکز سے آنے کی تاریخ اور بعض میں اس ملک میں پہنچنے کی تاریخ درج ہے۔

بقیہ صفحہ 16 پر

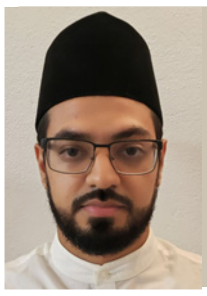

ساجد اقبال۔نیشنل پریذیڈنٹ مارشل آئی لینڈ

جماعت احمدیہ مارشل آئی لینڈز کی تاریخ
الہام حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں

ریپبلک آف مارشل آئی لینڈز بحر الکاہل میں واقع جزائر اور مرجان کے اٹول کا ایک سلسلہ ہے۔ یہ جزیرے قدیم آتش فشاں کے اوپر بیٹھے ہیں جو سمندر کے فرش سے اٹھتے ہیں۔ مارشل آئی لینڈز 1,000 سے زیادہ جزائر اور 29 مرجانوں کے اٹول پر مشتمل ہیں۔ تاہم ان میں سے صرف 24 اٹول پر آبادی ہے۔ 2021 کی مردم شماری کے سب سے حالیہ لیکن ابھی تک نامکمل نتائج کے مطابق، مارشل آئی لینڈز میں صرف 41,000 سے تھوڑی زیادہ آبادی ہے۔ مارشل آئی لینڈز کا دارالحکومت ماجورو اٹول (Majuro Atoll) ہے جس کی آبادی بھی سب سے زیادہ ہے، باقی آبادی بیرونی جزائر میں پھیلی ہوئی ہے۔ مارشل آئی لینڈز کی سرکاری زبانیں مارشلیز (Marshallese) اور انگریزی ہیں۔

آٹول کافی چھوٹے ہیں۔ ماجورو اٹول کی لمبائی ایک سرے سے دوسرے سرے تک صرف 50 کلومیٹر ہے۔ اور اس کی چوڑائی اتنی کم ہے کہ اس کو چند منٹوں میں پار کرنا ممکن ہے۔ اس طرح، ماجورو اٹول کا کل زمینی رقبہ صرف 9.7 مربع کلومیٹر ہے۔

تاہم سمندر وسیع اور ثمر آور ہے۔ دارالحکومت، ماجورو اٹول کا جھیل، کل 295 مربع کلومیٹر ہے اور ہمیشہ لنگر انداز بحری جہازوں سے بھرا رہتا ہے جو ٹونا کے لیے جزائر کا سفر کرتے ہیں۔ یہ دنیا کی سب سے مصروف ٹونا ٹرانس شپمنٹ پوسٹ ہے۔ زمین سے بھی کچھ زرعی مصنوعات آتی ہیں۔ بنیادی طور پر کھوپرا (copra)، ناریل، بریڈ فروٹ، پانڈانس (pandanus)، تارو اور آرروٹ (arrowroot)۔

مارشل آئی لینڈز میں زندگی مغربی دنیا کے مقابلے میں کافی مختلف ہے۔ مارشلیز ثقافت کے بارے میں ایک منفرد چیز گھر کی خواتین کو دی جانے والی اہمیت ہے۔عمومی طور پر خواتین کو مردوں سے زیادہ طاقت دی جاتی ہے۔ زمین کی وراثت بھی بنیادی طور پر خواتین کے رشتہ داروں میں منتقل ہوتی ہے۔

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا

اسلام احمدیت کا بیج سب سے پہلے مارشل آئی لینڈز میں 1989 میں لگایا گیا جب حافظ جبریل احمد سعید صاحب آف گھانا کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر بحر الکاہل کے جزائر میں جماعت قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا۔تب سے لے کر اب تک متعدد مربیان نے مختلف اوقات میں جماعت احمدیہ مارشل آئی لینڈ میں خدمت کی ہے جن میں انعام الحق کوثر صاحب، عبدالصمد عثمان اوکائی صاحب، مطیع اللہ جوئیہ صاحب، احتشام الحق کوثر صاحب، فیروز ہندل صاحب اور خاکسار شامل ہیں۔

مارشل آئی لینڈز میں سب سے پہلے احباب وخواتین جو اسلام احمدیت میں داخل ہوئے ان میں (John Anni) جان اینی صاحب، (Nery Nena) نیری نینا اور ان کے شوہر (Sam Nena) سام نینا صاحب، (Nela Kenlak) نیلا کینلک اور ان کے شوہر (Alik Kenlak) علیک کینلک اور (Ezra Jerwan) عذرا جیروان شامل ہیں۔

جماعت کی رجسٹریشن

حافظ صاحب کے مارشل آئی لینڈ کے دورے کے دوران ان کی دوستی کارل انگرام (Carl Ingram) نامی شخص سے ہوگئی۔مسٹر انگرام ایک افریقی نژاد امریکی تھے جو اس وقت مارشل جزائر میں اٹارنی کے طور پر کام کر رہے تھے۔ جناب انگرام نے جماعت کی رجسٹریشن کے لیے درخواست دینے میں حافظ جبریل صاحب کی مدد کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ جماعت کی رجسٹریشن کے لیے سب سے پہلے 1991 میں کوشش کی گئی۔ بدقسمتی سے کافی جدوجہد کے بعد بھی جماعت کی رجسٹریشن منظور نہ ہوسکی۔ اس وقت جناب انگرام نے حافظ جبریل صاحب کو مشورہ دیا کہ شاید بہتر ہو کہ مارشل آئی لینڈز کی جماعت کے کچھ ارکان ملک کے صدر اماتا کبوا کے ساتھ حاضرین کے لیے درخواست کریں اور بنفس نفیس خود درخواست کریں۔ سام علی نینا صاحب جو کہ اس وقت جماعت احمدیہ مارشل آئی لینڈ کے قومی صدر کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے، اپنی اہلیہ نیری ناصرہ نینا صاحبہ کے ساتھ، جو صدر کی رشتہ دار تھیں، نے اس موقع پر جاکر ملاقات کی۔ صدر کے ساتھ اور ذاتی طور پر ان سے جماعت کی رجسٹریشن کی اجازت دینے کی درخواست کریں۔ نیری صاحبہ کی حیرت میں صدر نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ مذہب مارشل آئی لینڈ میں کبھی داخل نہیں ہو گا۔

مخالفت کے باوجود مارشل آئی لینڈ میں جماعت کو رجسٹر کرنے کی مسلسل کوششیں کی گئیں۔مسٹر انگرام نے جماعت کی رجسٹریشن کے لیے بھی کام جاری رکھا۔مسٹر کرسٹوفر لوئنک، جو اس وقت وزیر انصاف کے طور پر کام کر رہے تھے، نے بھی اس معاملے کو کابینہ میں اٹھا کر مسٹر انگرام کی مدد کرنے پر اتفاق کیا۔ 1995 میں، مارشلیز احمدیوں کے ایک بڑے وفد نے ایک بار پھر اماتا کبوا کے ساتھ سامعین کی تلاش کی، جو ابھی تک مارشل جزائر کے صدر کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ تاہم اس نے ایک بار پھر وہی الفاظ دہرائے کہ یہ مذہب مارشل آئی لینڈ میں کبھی داخل نہیں ہو گا۔

دو سال بعد 1997 میں صدر اماتا کبوا کا انتقال ہو گیا۔ اس دوران اللہ کے فضل و کرم سے الیکس اوسی گیاو نام کا ایک گھانا کے ایک دوست جو کہ حافظ جبریل صاحب سے ان کے پہلے دوروں میں سے ایک کے دوران کریباتی میں ملے تھے اور ان کے ساتھ اچھے دوست بن گئے تھے، اب اس میں ملازم تھے۔ قانون ساز کونسل کے دفتر میں مارشل جزائر، جہاں کارپوریشنز کی رجسٹریشن کے معاملات ہوتے ہیں۔مسٹر اوسی گیاو گھانا میں جماعت کی شاندار شہرت اور کام کی وجہ سے جماعت احمدیہ سے کافی واقف تھے۔ وہ فوراً حافظ جبریل صاحب کے پاس پہنچے اور انہیں بتایا کہ جماعت کے بارے میں مزید معلومات مارشل آئی لینڈ کی حکومت کو بھیج دیں۔ حافظ جبریل صاحب اس وقت برطانیہ میں جلسہ سالانہ میں شریک تھے۔ انہوں نے جلدی جلدی معلومات اکٹھی کیں اور انہیں بھیج دیں جس میں جلسہ سالانہ یوکے میں مختلف سیاسی شخصیات کی طرف سے جماعت کے حق میں دیئے گئے ریمارکس بھی شامل تھے۔ ایک بار جب حکومت نے تمام معلومات کا جائزہ لیا، مسٹر Osei-Gyau کو طلب کیا گیا اور اس معاملے پر ان کی رائے کے بارے میں پوچھا گیا۔مسٹر اوسی گیاو نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ جماعت ایک ایسی تنظیم ہے جسے دنیا کے مختلف رہنما معروف اور محترم سمجھتے ہیں۔ انہوں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ گھانا میں جماعت اور ان کی سرگرمیوں سے بخوبی واقف ہیں اور ان پر زور دیا کہ وہ انہیں مارشل جزائر میں مشق کرنے کی اجازت دیں۔ اللہ کے فضل سے، فروری 2001 میں، 10 سال کی جدوجہد کے بعد، مارشل آئی لینڈ میں جماعت احمدیہ کی رجسٹریشن ہوئی۔ یہ نہ صرف جماعت کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل تھا بلکہ جماعت کی خدمت میں ہاتھ پھیلانے والوں کو بھی برکت حاصل ہوئی۔ 10 سال کی جدوجہد کے دوران، مسٹر کارل انگرام نے جماعت سے اپنے کام کے لیے کوئی معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ وہ یہ کام نیک نیتی سے کر رہے ہیں۔ شاید ان کے خلوص کی وجہ سے اللہ نے انہیں نوازا اور وہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بن گئے، جس عہدے پر وہ آج بھی فائز ہیں۔مسٹر کرسٹوفر لوئنک نے حکومت کے بہت سے مختلف محکموں میں کام کیا ہے۔ انہوں نے 2009-2012 تک مارشل جزائر کے صدر کے طور پر خدمات انجام دیں اور اس وقت مارشل جزائر کے صدر کے وزیر معاون کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جہاں تک مسٹر ایلکس اوسی گیاؤ کا تعلق ہے، ایسا لگتا ہے کہ انہیں حکمت الٰہی کے تحت مارشل آئی لینڈ بھیجا گیا تھا، کیونکہ وہ جماعت کی رجسٹریشن مکمل ہونے کے تھوڑی دیر بعد تک وہاں رہے۔ اس کے بعد وہ یوگنڈا چلے گئے اور انہیں بہتر روزگار سے نوازا گیا۔

ظلم وستم میں شدت آتی ہے

11 ستمبر 2001 کے ہولناک واقعات کے فوراً بعد مارشل آئی لینڈ کے لوگ اسلام کے اور بھی مخالف اور خوف زدہ ہو گئے۔ چونکہ مارشل جزائر میں مستقل طور پر کوئی مشنری مقرر نہیں کیا گیا تھا، اس لیے وہاں کے اراکین کے لیے زندگی مشکل تھی کیونکہ اب انہیں اپنے ساتھی مارشلز کی طرف سے بڑھتے ہوئے ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے مقامی لوگوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ جماعت احمدیہ بھی اسی طرح کے کام کرنے کی طرف مائل ہے۔ ان اگلے چند سالوں میں مارشل جزائر سے اسلام کو ہٹانے کی ایک اور کوشش کی گئی۔ 2007 میں، مجورو اٹول کے سینیٹر، مسٹر علیک علیک نے مارشل جزائر سے جماعت کی جڑیں ختم کرنے کی مہم شروع کی۔ جیسا کہ زیادہ تر جدید اقوام کے ساتھ، مارشل جزائر مذہب کی آزادی کو فروغ دیتے ہیں، تاہم، سینیٹر علیک نے یہ بحث شروع کی کہ اسلام کوئی مذہب نہیں ہے۔ درحقیقت، وہ نتیجیلا (پارلیمنٹ) میں ایک بل پیش کرنے تک گئے جو آئین میں لفظ مذہب کی ازسر نو تعریف کرے گا، اسلام کو خارج کرنے کے لیے۔ سینیٹر علیک اس بل کی حمایت میں متعدد سینیٹرز اور پارلیمنٹ کے دیگر ارکان کو بھرتی کرنے میں کامیاب رہے۔صرف یہی نہیں بلکہ مارشل

آئی لینڈ کے مختلف پادریوں، عقیدت مندوں اور مختلف مذاہب کے ارکان کو پارلیمنٹ کے اجلاسوں کے دوران اسلام کے خلاف بولنے کی دعوت دی گئی۔ جن چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ان میں سے کچھ یہ تھیں، ’’اسلام ایک بہت پرتشدد مذہب ہے جس کا مقصد دنیا کی فتح ہے‘‘، ’’قرآن آپ کو دو آپشن دیتا ہے: اسلام قبول کرو یا مرو‘‘، ’’ایسا کیوں لایا جائے جو خدا کے بیٹے کے طور پر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔‘‘ ’’(اسلام) دنیا کے ہر عیسائی اور یہودی کو قتل کرنا چاہتا ہے‘‘۔ یہ پاکستان کی پارلیمنٹ میں اسلام احمدیت کے بطور مذہب کے جائز ہونے کے حوالے سے ہونے والی بحثوں کی طرح تھا، سوائے اس بار، الزامات کے دفاع کے لیے اسلام کے نمائندوں کو لانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اس دور افتادہ جزیرے میں صرف احمدیت واحد اسلام ہے لیکن پھر بھی انہیں ان حملوں کے خلاف دفاع کی دعوت نہیں دی گئی۔

سینیٹر علیک وائس سپیکر بن گئے جو کہ مارشلز احمدیوں کے لیے زیادہ تشویش کا باعث تھا کیونکہ اس نے انہیں اثر و رسوخ کا ایک اور بلند پلیٹ فارم دیا۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی جماعت کو کبھی بھی اکھاڑ پھینکنے نہیں دے گا۔ سینیٹر علیک جماعت کی مخالفت کرتے رہے اور دوسروں کو بھی سمجھانے کی کوشش کرتے رہے اور اسی دوران جماعت مارشل آئی لینڈ میں پہلی مسجد بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔ 2011 میں، سام علی نینا کی بیوی سسٹر نیری ناصرہ نینا نے اپنی زمین کا ایک حصہ عطیہ کرنے کی پیشکش کی جس پر جماعت مسجد تعمیر کرسکتی تھی۔ مربی انعام الحق کوثر صاحب اور فلاح شمس صاحب کو لیز کو حتمی شکل دینے اور تمام دستاویزات کی تیاری کے مقصد سے مارشل آئی لینڈ بھیجا گیا۔ اس سفر کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنی برادری کے لیے اپنی حمایت کا نشان بھی ظاہر کیا۔

فلاح شمس صاحب، سام علی نینا صاحب اور انعام الحق کوثر صاحب اکٹھے ایک وکیل کے ساتھ دستاویزات کو حتمی شکل دینے گئے۔

جیسے ہی وہ فارغ ہوئے اور وکیل کے دفتر سے باہر نکلے تو ایک اور آدمی اندر داخل ہو رہا تھا۔ جب وہ باہر آئے تو سیم نینا صاحب نے کوثر صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ اس آدمی کو پہچانتے ہیں جو ابھی اندر آیا تھا، کوثر صاحب نے نفی میں جواب دیا اور سیم نینا صاحب نے انہیں بتایا کہ یہ سینیٹر علیک تھے۔ کوثر صاحب ان سے ملنے کے لیے اندر واپس گئے اور دیکھا کہ وہ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ ان کی آخری ملاقات کوثر صاحب کے مارشل آئی لینڈ کے پچھلے دورے کے دوران ہوئی تھی۔ کوثر صاحب سلام کرنے کے لیے سینیٹر علیک کے پاس گئے اور دیکھا کہ وہ بول نہیں سکتے اور انہوں نے کوثر صاحب سے قلم اور کاغذ لانے کی درخواست کی جس پر انہوں نے لکھا کہ ان کے گلے میں کینسر ہے اور وہ سرجری کے لیے فلپائن روانہ ہوں گے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ پریشان نہ ہوں کینسر کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ وہ غالباً اپنے سابقہ رویے پر شرمندہ تھے لیکن اس پر وکیل نے چلا کر کہا ’’نہیں یہ بہت بڑا مسئلہ ہے‘‘۔ وہی زبان جو سینیٹر علیک بلاجواز جماعت کی مخالفت کرتا تھا، اب اللہ نے اس سے چھین لیا اور بولنے کے قابل نہ رہا۔

اس کے بعد کئی مہینوں تک خاموشی چھائی رہی۔ سینیٹر علیک کا جولائی 2011 تک کوئی لفظ نہیں تھا جب یہ اعلان کیا گیا تھا کہ وہ سیاست چھوڑ رہے ہیں۔ پارلیمانی اجلاس ہوا جس میں سینیٹر علیک سپیکر ہاؤس ہونے کی وجہ سے بولنے سے قاصر رہے۔ ان کا ایک معاون ان کی طرف سے بات کرے گا لیکن پارلیمنٹ نے اس خیال کو مسترد کرتے ہوئے ان سے استعفیٰ دینے کا مطالبہ کیا کیونکہ وہ ایوان کے اسپیکر کی ذمہ داری کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے۔ اس طرح ستمبر 2011 میں، قومی اخبار، مارشل آئی لینڈز جرنل میں ایک مضمون نے اعلان کیا کہ سینیٹر علیک نے اپنے فرائض سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس کے بعد سینیٹر علیک شدید بیمار ہو گئے اور انہیں مزید علاج کے لیے جزیرے سے دور امریکہ لے جایا گیا۔ ان کی حالت صرف خراب ہوتی گئی۔ 2012 کے آخر تک سینیٹر علیک کی حالت تشویشناک تھی۔ اس وقت مربی مطیع اللہ جوئیہ جزائر مارشل میں تعینات تھے اور خدمات انجام دے رہے تھے۔ سینیٹر علیک کے بھائی جناب علی علیک بار بار جوئیہ صاحب سے رابطہ کرتے اور اپنے بھائی کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کرتے۔ جناب علی علیک نے جوئیہ صاحب کو بتایا کہ اب ان کا بھائی آئی سی یو میں داخل ہے اور کوئی معجزہ ہی اسے بچا سکتا ہے۔ یہ فروری 2013 کے اوائل میں تھا کہ سینیٹر علیک کا انتقال ہوگیا۔ اپنے آخری ایام میں وہ لائف سپورٹ پر تھے۔ اس کا بھائی ان کی میت کو مارشل آئی لینڈز واپس لانا چاہتا تھا تاکہ خاندان روایتی جنازے کی تقریب منعقد کر سکے تاہم سینیٹر کی اہلیہ نے لاش کو واپس مارشل آئی لینڈ لے جانے کی اجازت نہیں دی اور اسے ٹیکساس میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مسجد بیت الاحد کی تعمیر

جس وقت سینیٹر علیک پارلیمنٹ میں جماعت کی مخالفت کر رہے تھے، انہوں نے یہ بھی الزام لگایا کہ جماعت سام نینا صاحب کے گھر کے سامنے مسجد بنانے کا انتظام کر رہی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت جماعت نے مارشل آئی لینڈ میں مسجد بنانے کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ بعد میں وہیں مسجد تعمیر کی جائے گی جہاں سینیٹر علیک نے الزام لگایا تھا۔ مائیکرونیشیا میں پہلی مسجد کی تعمیر کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی رہنمائی میں منصوبے بنائے گئے۔ اس کے لیے جماعت کے لیے مارشل آئی لینڈ میں زمین حاصل کرنا ضروری تھا۔ مارشل آئی لینڈ کے قوانین کی وجہ سے، زمین خرید ناممکن نہیں تھا کیونکہ صرف مارشلز شہری ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ اس لیے جماعت کے لیے ضروری تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرے جو مسجد کی تعمیر کے لیے زمین لیس پر دینے کے لیے تیار ہو۔

حضور انور کو مقام کی چند تجاویز بھیجی گئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سام علی نینا صاحب کی اہلیہ نیری ناصرہ نینا جو کہ ایک زمیندار اور بہت ہی مخلص احمدی تھیں، نے اپنی زمین کا ایک حصہ عطیہ کرنے کی پیشکش کی جس پر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ اس مقام کو حضور انور نے قبول کیا تھا اور جیسا کہ ذکر کیا گیا وہی مقام ہے جسے سینیٹر علیک نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ جماعت مسجد بنانے کے لیے استعمال کرے گی۔ مارشل جزائر کے قانون کے مطابق اس کا عطیہ طویل مدتی لیس کی صورت میں قبول کیا گیا تھا۔

اسی دوران مسجد کی تعمیر کو بھی حتمی شکل دی گئی اور مکمل کیا گیا۔ مسجد خلافت بیت الاحد کی رہنمائی میں مئی 2012 میں مکمل ہوئی اور مسجد کا باضابطہ افتتاح 14 ستمبر 2012 کو ہوا۔

2011 کے جلسہ سالانہ یو کے کے دوران مسجد حضور انور کو پیش کی گئی جس کے بعد مختلف تبدیلیاں کی گئیں اور حتمی مسودہ تیار کیا گیا۔ ستمبر 2011 تک مارشل جزائر کی پہلی مسجد کے لیے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد کی گئی۔ اسی دوران مسجد کی تعمیر کے لیے مختلف بولیاں موصول ہوئیں جس کے نتیجے میں تعمیر نومبر 2011 میں شروع ہوئی اور اللہ کے فضل وکرم سے مئی 2012 تک مکمل ہوگئی۔ کیونکہ بہت سے کام جو پہلے ہی شروع ہو چکے تھے، ٹھیکیدار کو تعمیر کرنے کی ہدایت کی گئی۔ پہلے ایک کمرہ مکمل کریں اور پھر باقی عمارت کے ساتھ آگے بڑھیں تاکہ نماز اور دیگر مختلف پروگرام بلا تاخیر شروع ہوسکیں۔ یہ کمرہ جنوری 2012 تک مکمل ہوا جہاں سے مختلف پروگرام شروع ہوئے۔

2012 میں آخر کار اللہ کے فضل سے مسجد بغیر کسی رکاوٹ کے مکمل ہوئی۔ اس خوشی کے موقع پر ایک افتتاحی تقریب کا انعقاد اس اعلان کے ساتھ کیا گیا کہ باضابطہ افتتاح اس وقت ہوگا جب حضور انور مارشل جزائر کا دورہ کریں گے۔

بیت الاحد مسجد ایک 3300 مربع فٹ دو منزلہ عمارت ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ عبادت گاہیں ہیں، جس میں ہر ایک میں 75-80 افراد بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ ایک دفتر، لائبریری اور ایک مکمل باورچی خانے سے لیس ہے جہاں سے جماعت مارشل جزائر کے تمام باشندوں کے لیے کھانے کے لیے لنگر خانہ چلاتی ہے۔ مسجد کی جائیداد میں دوسری منزل پر دو بیڈ روم والی مشنری رہائش بھی شامل ہے۔ یہ Uliga کے مرکزی علاقے میں عدالت ہاؤس سے سڑک کے پار واقع ہے، معمول کی ٹریفک کے ساتھ۔

دسمبر 2011 نے اس تاریخ کو نشان زد کیا جب ایک سرکاری مشنری کو خاص طور پر جزائر مارشل کو تفویض کیا گیا تھا۔ گھانا سے ایک مشنری کا تقرر کیا گیا، عبدالصمد عثمان اوکئی صاحب، انہوں نے ستمبر 2012 تک یہاں خدمات انجام دیں، اس وقت ایک نیا مشنری مقرر کیا گیا، جامعہ احمدیہ کینیڈا سے امریکہ میں متعین کردہ مشنریوں میں سے مطیع اللہ جوئیہ صاحب کینیڈا سے ہیں۔

پہلا جلسہ سالانہ مارشل جزائر

تاریخ 3-4 اپریل 2015 کو بنی جب جماعت نے مجرو کے مشہور انٹرنیشنل کنونشن سینٹر میں اپنا پہلا جلسہ سالانہ منعقد کیا۔ 4 اپریل بروز ہفتہ کو ایک خصوصی نشست کا انعقاد کیا گیا جس کا موضوع تھا وطن پرستی ایک کے گھر میں۔ معززین میں جیبا کابوا، سینیٹر آرنو اٹول اور رونگیلپ اٹول کے میئر جیمز ماتیوشی شامل تھے۔ نارمن بارتھ نے ماجورو

بقیہ صفحہ 16 پر

انصر عباس۔ مبلغ سلسلہ ساؤتوے

جزائر ساؤتوے و پرنسپ

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(تذکرہ صفحہ 260)

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ عنقریب اسے ایک ملک عظیم دیا جائے گا۔۔۔۔ میں تجھے عزت کے ساتھ زمین کے کناروں تک شہرت دوں گا"

(تذکرہ صفحہ 148)

"میں تجھے بہت برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

(تذکرہ صفحہ 555)

یہ وعدے اظہر من الشمس ہر روز پورے ہوتے ہیں۔ ساؤتوے و پرنسپ سمندروں کے بیچ ایک چھوٹی سی زمین ہے اللہ تعالیٰ نے زمین کے ان کناروں کو بھی احمدیت حقیقی اسلام کے نور سے روشن کر دیا۔ ملک ساؤتوے و پرنسپ کا مختصر تعارف اور جماعت احمدیہ کا اس ملک میں نفوذ اور جماعت کی ترقیات کی مختصر جھلکیاں قارئین الفضل کی نظر کرتے ہیں۔

ملک ساؤتوے و پرنسپ کا تعارف

ساؤتوے اینڈ پرنسپ دو جزیروں ساؤتوے (Sao Tome) اور پرنسپ (Principe) پر مشتمل براعظم افریقہ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے جو کہ اٹلانٹک اوشن (بحراوقیانوس) میں وسطی افریقہ کے ملک گابون سے شمال اور گنی ایکوٹیریل سے شمال مغرب میں واقع ہے۔ زمین کا ایکوئٹر بھی اسی جزیرے سے گزرتا ہے۔ 12 جولائی 1975میں اس ملک نے پرتگالی تسلط سے آزادی حاصل کی۔ سرکاری اور قومی زبان پورتگیزی ہے۔ سو فیصد افراد یہی زبان سمجھتے اور بولتے ہیں۔

ساؤتوے جزیرہ پر سے گزرتی ایکوئٹر لائن

ملک کے دونوں جزیروں کا کل رقبہ ایک ہزار ایک (1001) مربع کلو میٹر ہے اور آبادی دو لاکھ ہے۔ دونوں جزیروں کا درمیانی فاصلہ دو سو کلومیٹر ہے۔ ملک کے دارالحکومت کا نام بھی ساؤتوے ہے جو اس ملک کا بڑا شہر ہے۔ ملکی کرنسی کا نام ڈوبرہ ہے۔ ملک کا سارا رقبہ ہی سرسبز و شاداب ہے۔ کیلا، آم، پپیتا، جیک فروٹ، مالٹا، انار، ایووکاڈو، سپ سپ، گنا، کاکاؤ، کافی، آلو، گاجر، ٹماٹر، مرچیں، یام، املی، بیر، پام، کوکونٹ، تربوز، بریڈفروٹ وغیرہ وغیرہ یہاں کی خاص پیداوار ہیں۔ چاروں طرف سمندر ہونے کی وجہ سے مچھلی کی بے شمار اقسام پائی جاتی ہیں۔

1470ء میں پرتگالی بحری سیاحوں نے اسے دریافت کیا۔ سرسبز و شاداب، قدرتی حسن، اور زرخیزی سے مالا مال جان کر پرتگالیوں نے اسے اپنے قبضہ میں لیا اور اپنی دیگر افریقی کالونیوں موزمبیق، انگولا، کیپورد، اور گنی بساؤ وغیرہ سے غلام اور مزدور لا کر یہاں آباد کاری کا کام شروع کیا۔ اس طرح اس ملک کی آبادی مختلف ممالک کی اقوام کا ایک مجموعہ بن گئی ہے۔

ساؤتوے کے دونوں جزیرے بہت خوبصورت سیاحتی مقام ہیں سمندری اور ہوائی راستوں سے سارا سال ٹرپس آتے رہتے ہیں۔ ملک کی امن و امان کی صورت حال بہت بہتر ہے اور موسم بھی بہت اچھا رہتا ہے۔ اس لیے سیاحت کے لیے بہت اچھا ملک ہے۔

مذہبی اور معاشرتی زندگی

پرتگالیوں کے مکمل اثر و رسوخ کی وجہ سے عیسائیت نے شروع سے ہی اپنے قدم مضبوط رکھے۔ اس وقت 99فیصد سے زائد آبادی عیسائی

ساؤتوے جزیرے کا ایک خوبصورت منظر

ہے۔ ملک میں لوکل غیر احمدی مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان کی ملک میں دو مساجد ہیں۔

ملک میں احمدیت کا نفوذ

1999 میں مکرم و محترم حافظ احسان سکندر صاحب اس وقت کے امیر جماعت احمدیہ بینن پہلی بار تشریف لائے۔ غیر احمدی کمیونٹی سے بھی رابطہ کیا لیکن انہوں نے شدید مخالفت کی اور کہا کہ اس ملک میں جماعت

مکرم و محترم حافظ احسان سکندر صاحب پیارے آقا کے ساتھ

کا پودا نہیں لگنے دیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ارادوں کو کون روک سکتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ دو مقامی اور تین غیر ملکی افراد کو بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ساؤتوے و پرنسپ میں جماعت احمدیہ کے پہلے مبلغ

ساؤتوے و پرنسپ میں جماعت احمدیہ کا پودا لگنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مکرم و محترم رشید احمد طیب صاحب

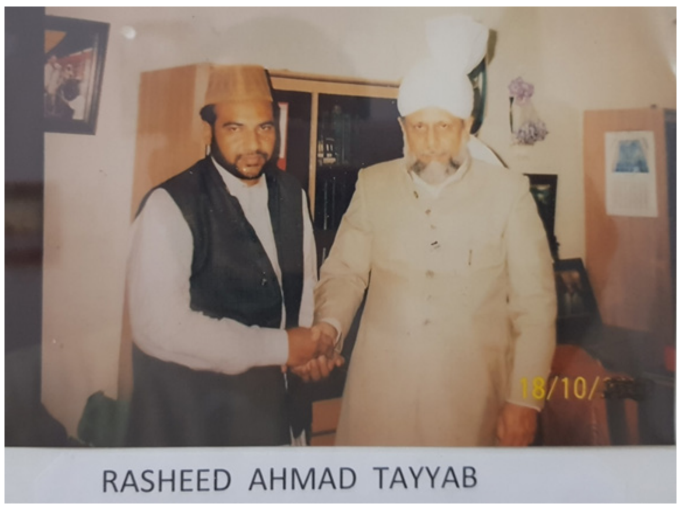

کو یہاں کا پہلا مرکزی مبلغ مقرر فرمایا جو 30 مئی 2002 کو بینن سے ساؤتوے پہنچے۔

مکرم و محترم رشید احمد طیب صاحب نے منظم طریق پر جماعتی کام کا آغاز کیا۔ ایک مکان کرایہ پر لے کر رہائش اور نماز سنٹر کے طور پر جماعت کے پہلے مشن ہاؤس کا قیام کیا۔ ان کی کوششوں سے مزید 15 افراد جماعت میں داخل ہوئے۔ مکرم رشید طیب صاحب بائسکل پر تبلیغ کا کام کرتے تھے۔

جماعت احمدیہ ساؤتوے و پرنسپ کا پہلا جلسہ سالانہ

5 اپریل 2008 کو جماعت احمدیہ ساؤتوے کو اپنا پہلا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

جماعت احمدیہ ساؤتوے کی پہلی مسجد (بیت الرحیم)

21فروری 2018 کو ساؤتوے میں جماعت کی پہلی مسجد بیت الرحیم کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور 13 مئی 2018 کو اس خوبصورت مسجد کا بابرکت افتتاح ہوا۔ یہ مسجد ساؤتوے شہر سے 13 کلومیٹر شمال میں فرنندیاس (Fernao Dias) گاؤں میں ہے۔

اب تک ملک میں جماعت کی 14 مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور 60 سے

زائد مقامات پر جماعت قائم ہو چکی ہے۔ ملک کے تمام اضلاع میں جماعت کی مساجد بن چکی ہیں۔

پرنسپ جزیرے پر جماعت کا پہلا پودا

مورخہ 21 نومبر 2018 کو مکرم و محترم انصر عباس صاحب مبلغ انچارج کی تبلیغی کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے مکرم داؤد ایرک نینو صاحب کو اس جزیرے پر سب سے پہلے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق دی۔ یہ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ احمدی ہوئے۔ اب تک اس جزیرے پر 6 مختلف مقامات پر جماعت کی تعداد 150 ہو چکی ہے۔

پرنسپ جزیرہ کے پہلے نومبائع داؤد ایرک نینو صاحب

پرنسپ جزیرے میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد (بیت البشارت) کا افتتاح

مورخہ 21 دسمبر 2020 کو جماعت احمدیہ کی ساؤتومے ملک کے جزیرہ پرنسپ (Principe) کے ایک محلہ پورتوریال (Porto Real) میں پہلی مسجد تعمیر ہوئی۔

جماعتی وفود کی مختلف حکومتی شخصیات سے ملاقاتیں

سابق وزیر اعظم ساؤتومے سے سابق مبلغ انچارج کی ملاقات

موجودہ وزیر اعظم جماعتی وفد کے ساتھ

سابق صدر مملکت سے مبلغ انچارج اور ہیومینٹی فرسٹ کی ٹیم کی ملاقات

موجودہ صدر مملکت سے جماعتی وفد کی ملاقات اور قرآن کا تحفہ

بزرگوں کی دیکھ بھال کا مرکز

ہیومینٹی فرسٹ جرمنی کے تعاون سے ساؤتومے میں بزرگان کی دیکھ بھال کے لئے ایک مرکز (دارالرحمت) کا قیام کیا گیا ہے۔ ہیومینٹی فرسٹ کے تحت قائم ہونا والا دنیا میں یہ پہلا مرکز ہے۔ اس مرکز کا افتتاح مورخہ 8 اکتوبر 2020 کو کیا گیا۔

Humanity First
Serving Mankind

ارشد محمود خان۔ گلاسگو

اسکاٹ لینڈ میں جماعت احمدیہ کا قیام

اور الہام ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کے آئینہ میں مختصر تاریخ

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کے مصداق جب خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کا نفوذ اسکاٹ لینڈ میں کیا تو اس وقت یہاں مقیم چند احباب جماعت کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آنے والا وقت جماعت کے لئے عظیم الشان کامیابیوں اور تبلیغ کے دروازے کھولے گا۔ یقیناً جماعت احمدیہ اسکاٹ لینڈ کی روزافزوں ترقی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت ہر آنے والے خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کا ثمر ہے، جس میں حضرت مصلح موعودؓ کی 16 ستمبر 1945ء والی رؤیا قابلِ ذکر ہے۔ اور اسی رؤیا کے نتیجے میں مولانا بشیر احمد آرچرڈ مرحوم جیسے داعی الی اللہ کو فروری 1949ء میں اسکاٹ لینڈ میں تعینات کیا گیا اور جماعت کو اپنی آنے والی عظیم الشان کامیابیاں افق پر چمکتی ہوئی نظر آنے لگیں جس کی شاہد ہم آنے والی اگلی نسلیں ہیں۔

جب 1969ء میں اسکاٹ لینڈ کا پہلا نماز سنٹر خرید ا گیا تو ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام ''وَسِّعْ مَکَانَکَ'' کو اس شان سے پورا ہوتے دیکھا کہ کسی مکان کو وسعت دی اور پھر وہ مکان چھوٹا رہ گیا، پھر وسعت دی اور پھر چھوٹا رہ گیا۔ چنانچہ آنے والے وقتوں میں اس چھوٹی سی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے گلاسگو اور ڈنڈی میں اپنی مساجد قائم کرنے کی توفیق عطا کی اور جماعت اسکاٹ لینڈ کی تعداد جو چند احباب پر مشتمل تھی کو ساڑھے چھ سو سے زیادہ کر دیا، الحمدللہ۔ جماعت کی یہ ترقی اصل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی اس خبر کا نتیجہ تھی جو آپ نے اپنے معرکۃ الآراء خطاب میں کی تھی۔ چنانچہ جب مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو کا رسمی افتتاح آپ نے 10 مئی 1985ء کو اپنے خطبہ جمعہ کے ساتھ کیا تو فرمایا:

''مجھے کسی احمدی نے بتایا کہ ہم گلاسگو میں دو چار آدمی ہیں اتنی بڑی عمارت کا کیا کریں گے؟ میں نے جواب دیا کہ اگر دو چار ہیں تو خدا نے آپ کو دو چار رہنے کے لئے تو نہیں بنایا۔ اوّل تو یہ کہ اگر دو چار بھی ہیں تو اتنی بڑی عمارت کا حق پھر یوں ادا کریں کہ اس کے کونے کونے میں خدا تعالیٰ کو سجدے کریں، کونے کونے میں دعائیں کریں اور اللہ کا ذکر بلند کریں۔ پھر یہ عمارت آپ کو دو چار نہیں رہنے دے گی، یہ اپنے نمازی خود پیدا کرے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہے جو جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ بہت بڑی چھلانگ ماری اور کوئی بہت بڑی عمارت تعمیر کر دی تو دیکھتے ہی دیکھتے یہ محسوس ہوا کہ وہ عمارت چھوٹی تھی اور اس کے آباد کرنے والے اس کی وسعت سے کہیں زیادہ آگے نکل گئے۔''

چنانچہ آج سالوں بعد حضور رحمہ اللہ کی بات صد فی صد اس طرح پوری ہو رہی ہے کہ گلاسگو کے احباب کے لئے یہ مسجد یقیناً چھوٹی ہے اور جماعت اپنے لئے اور بڑی عمارت خریدنے کے لئے کوشاں ہے۔

جہاں اسکاٹ لینڈ جماعت کی ان کامیابیوں کا ذکر کرنے سے ہماری گردن عاجزی اور تشکر کے جذبات سے سجدہ ریز ہوتی ہے وہیں ہر فرد جماعت کو حضور رحمہ اللہ کی ان نصائح کو اپنی زندگی کا اوّلین مقصد بنانا چاہئے جو آپ نے اپنے اس تاریخی خطبہ جمعہ میں ہمیں ارشاد فرمائیں۔ طوالت کی وجہ سے ان نصائح کی تفصیل نہیں لکھتا مگر آپ رحمہ اللہ نے ہمیں تبلیغ، اپنی باجماعت نمازوں میں باقاعدگی اور اپنے عملی نمونہ کو اسکاٹش لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی تلقین کی تھی۔ اسکاٹ لینڈ کی زمین پر تین خلفاء احمدیت کے مبارک قدم پڑے ہیں، اس لحاظ سے بھی یہ جماعت تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی اسکاٹ لینڈ والی رؤیا کے متعلق جماعت کے مشہور شاعر جناب عبدالکریم قدسی صاحب کی ایک نظم کے چند اشعار یوں ہیں کہ:

جو خواب مصلح موعودؓ نے کبھی دیکھا
اسکاٹ لینڈ کے بارے گلاسگو کے بارے
شمال مغربی انگلینڈ کا مقام کوئی
روانہ ہوں گے جہاں سے خدا کے ہرکارے
گلاسگو کی زمین خوش نصیب ہے کتنی
کہ دینِ حق کے اڑیں گے جہاں سے طیارے
اشارے قدرتِ ثانی کے ہیں لطیف بہت
کہ اونچے ہوں گے یہاں دینِ حق کے مینارے
خدا تعالیٰ وہ گھڑیاں بھی جلد لائے کہ جب
یہیں سے پھوٹیں گے تعبیرِ خواب کے دھارے

اسکاٹ لینڈ کا محلِ وقوع اور مختصر تعارف

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ کے اس اہم خطہ اور اس کے شہروں کا مختصر تعارف کروا دیا جائے تا کہ احباب یہاں کے محلِ وقوع اور تاریخ سے واقف ہو جائیں۔ گلاسگو یہاں کا سب سے بڑا شہر ہے البتہ دارالخلافہ ایڈنبرا کا شہر ہے۔ گلاسگو اپنی تجارتی، صنعتی، سیاسی اور سماجی اہمیت کے لحاظ سے پورے برطانیہ میں چوتھا بڑا شہر ہے اور آبادی کے لحاظ سے تیسرا بڑا شہر ہے۔ تقریباً دس لاکھ آبادی والا یہ شہر اپنی جہاز سازی اور بھاری مشینری بنانے کے لئے بہت مشہور ہے۔ گلاسگو شہر لندن سے شمال مغرب کی طرف تقریباً 440 میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اسکاٹ لینڈ کا سب سے بڑا اور اہم شہر ہے۔ یہاں گلاسگو یونیورسٹی کا قیام 1491ء میں ہوا جو یہاں کی پہلی اور مشہور ترین یونیورسٹی ہے۔ لندن کے بعد گلاسگو واحد شہر ہے جہاں زمین دوز ریل چلتی ہے اور شہر کے اہم مقامات کو جوڑتی ہے۔ یہاں کا مشہور دریا کلائڈ ہے جو شہر کے بیچوں بیچ چلتا ہے۔

اسکاٹ لینڈ کا دوسرا بڑا شہر ایڈنبرا ہے جو یہاں کا دارالخلافہ ہے۔ یہ شہر اسکاٹ لینڈ کے بادشاہوں کا مسکن رہا ہے جو اپنی قدرتی خوبصورتی کے باعث دنیا بھر کے سیاحوں کی دلچسپی کا موجب ہے۔ یہاں کی پرنسس اسٹریٹ کو یورپ کی خوبصورت ترین اسٹریٹ کہا جاتا ہے جس کے ایک طرف بڑے بڑے اسٹور اور دوسری طرف پہاڑی قلعہ (ایڈنبرا کاسل) سے نیچے خوبصورت وادی ہے۔

اسکاٹ لینڈ کا بڑا مذہب عیسائیت ہے مگر دوسرے مذاہب کو اپنی عبادات اور تبلیغ کی مکمل آزادی ہے۔ گلاسگو میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ ہے اور ان کی 20 سے زیادہ مساجد ہیں جن میں گلاسگو سینٹرل مسجد نمایاں ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی اسکاٹ لینڈ کے متعلق رؤیا

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 16 اور 17 ستمبر 1945ء کی درمیانی شب ایک مبارک رؤیا دیکھی جس کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں شائد اللہ تعالیٰ اسکاٹ لینڈ میں احمدیت کی اشاعت کے سامان کرے اور شاید کوئی ایسی تحریک پیدا ہو جو گلاسگو سے دو سو میل جنوب کی طرف سے شروع ہو کر گلاسگو تک جاری ہو۔''

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ رؤیا روزنامہ الفضل قادیان کے 21 ستمبر 1945ء کے صفحہ نمبر 2 پر شائع ہوئی۔

جماعت احمدیہ اسکاٹ لینڈ کے ابتدائی حالات

خدا تعالیٰ نے یہ رویاء ایسے وقت میں حضورؓ کو دکھائی جب کہ میری تحقیق کے مطابق اسکاٹ لینڈ میں صرف دو اسکاٹش احمدی احباب کے نام مجھے ملے ہیں جو تقریباً 1940ء میں یہاں رہائش پذیر تھے

- Miss Whitlow
- Mr.Forshaw

اس رویاء کو پورا کرنے کے سامان خدا تعالیٰ نے اس رنگ میں کئے کہ مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب نے احمدیت قبول کی اور اپنی زندگی وقف کر دی۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا تقرر اسکاٹ لینڈ کے شہر گلاسگو میں فرمایا جہاں آپ نے پہلی دفعہ فروری 1949ء تا 1951ء تک خدمت کی توفیق پائی اور پھر دوبارہ آپ 1966ء تا اکتوبر 1983ء میں بطور مبلّغ تعینات رہے۔ غالب خیال ہے کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس رؤیا کو مدِنظر رکھتے ہوئے آرچرڈ صاحب کا تقرر فرمایا کیونکہ آپ کی پہلی دفعہ گلاسگو میں آمد براہِ راست مرکز ربوہ پاکستان سے ہوئی اور دوسری دفعہ جب آپ تشریف لائے تو آپ لندن مرکز کے ماتحت تھے۔

جماعت اسکاٹ لینڈ کا پہلا اجلاس 6 مئی 1949ء کو گلاسگو میں ہوا اور 17 اگست 1949ء کو ایڈنبرا میں ہوا۔ اسکاٹ لینڈ کے ابتدائی دورہ جات کرنے والے بزرگوں میں مکرم نسیم سیفی صاحب اور ملک عمر علی صاحب کے نام ملتے ہیں جنہوں نے 1950ء میں ربوہ سے گلاسگو کا دورہ کیا۔ علاوہ ازیں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم نے بھی 1985ء میں قادیان سے اسکاٹ لینڈ کا دورہ کیا۔

اس دور کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت اسکاٹ لینڈ نے مختلف وقتوں میں درج ذیل نماز سنٹر عارضی طور پر حاصل کئے۔

- 379 Langside Road Glasgow
- 36 Mansion House Road Glasgow

مسٹر عبداللہ اسکاٹ کا قبول احمدیت کا تذکرہ

تاریخ میں ہمیں عبداللہ اسکاٹ صاحب اسکاٹش دوست کے قبول احمدیت کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو گلاسگو میں پیدا ہوئے اور یہیں اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ فوج میں بطور ٹیلی گرافسٹ کے کام شروع کیا اور 1919ء میں عراقی فوج کے شعبہ تار اور مواصلات میں ملازمت شروع کی۔ عراق میں ہی ایک سال کے بعد اسلام قبول کیا اور 1925ء میں آپ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آپ انگریزی کے علاوہ عربی، کردش اور ترکی زبان بھی جانتے تھے۔ آپ کی پر جوش طبیعت کی وجہ سے عراق میں کئی اور دوستوں کو بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آپ نے خواب میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا اور اس کے علاوہ بھی کئی ایمان افروز واقعات آپ کو خواب میں دکھائے گئے۔ چنانچہ اسی طرح آپ کو دکھایا گیا کہ آپ قادیان کی سیر کر رہے ہیں جب آپ قادیان سے بہت دور رہتے تھے چنانچہ آپ نے اس خواب کو پورا کرنے کیلئے 1931ء میں قادیان کا دورہ کیا اور اپنے مشاہدات پر مبنی انگریزی میں ایک تفصیلی مضمون لکھا جو ریویو آف ریلجن قادیان کے اگست 1931ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ آپ کا درج بالا تعارف اور فوٹو بھی اسی رسالہ میں شائع ہوئی ہیں۔

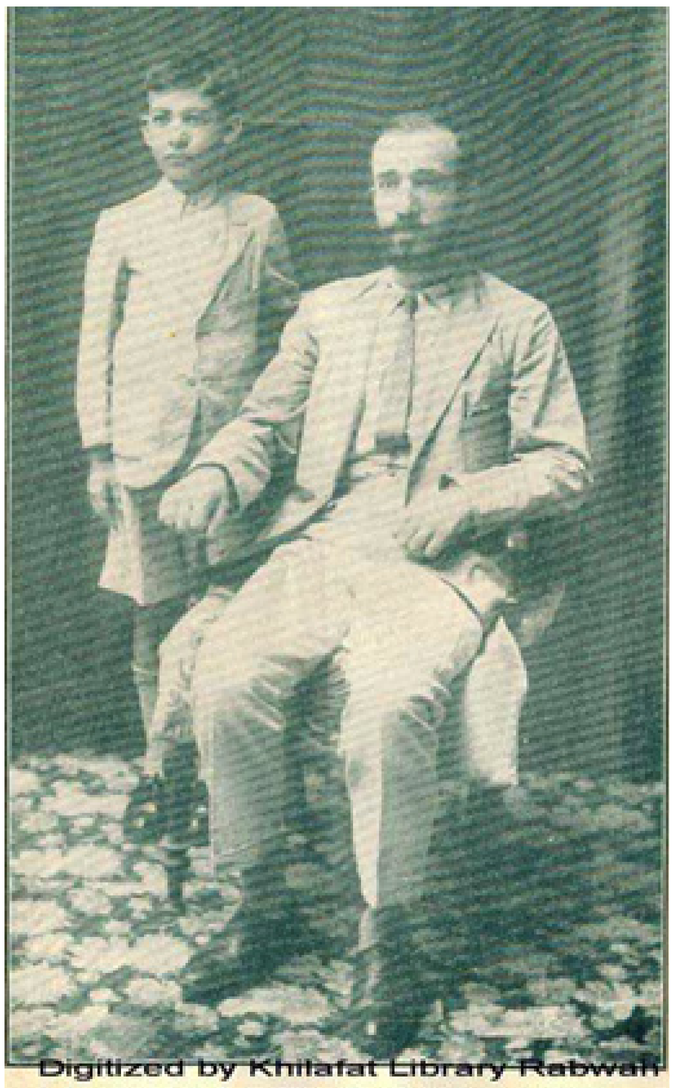

Digitized by Khilafat Library Rabwah
Mr. ABDULLAH R. SCOTT & HIS SON MUHAMMAD TAHER.
First British Ahmady of Scotch Nationality to visit Qadian.
(See page 161).

مکرم آرچرڈ صاحب کے تقرر 1949ء کے وقت ایک اور دوست مکرم عبدالحق پندار صاحب کا نام بھی ریکارڈ میں درج ہے۔ اسکے علاوہ 1951ء سے لے کر 1963ء تک یہ احمدی احباب گلاسگو میں مقیم تھے۔

- مکرم چوہدری منصور احمد صاحب بی ٹی (والد صاحب جناب لارڈ طارق احمد صاحب آف ومبلڈن)
- مکرم منصور احمد شرما صاحب
- مکرم مرزا مسعود احمد خان صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اپنے دورہ گلاسگو کے دوران کیم اگست 1967ء کو مولانا بشیر احمد آرچرڈ مبلغ اسکاٹ لینڈ کے ساتھ Royal Stuart Hotel Glasgow میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

ابتدائی جماعت 1950ء کے احباب گلاسگو میں مکرم چوہدری منصور احمد صاحب بی ٹی کے فلیٹ پر ہی لمبے عرصہ تک نمازیں اور دوسرے جماعتی پروگرام کرتے رہے (اور یہاں ہی لارڈ آف ومبلڈن مکرم طارق احمد بی ٹی صاحب پیدا ہوئے)۔ البتہ مختلف وقتوں میں دو فلیٹ کرایہ پر بھی حاصل کئے گئے جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ یہ اواخر 1963ء کی بات ہے کہ جماعت کو قائم کرنے کے لئے لندن مرکز سے محترم مولانا بشیر احمد رفیق صاحب امام مسجد فضل دورے پر تشریف لائے اور محترم چوہدری منور احمد صاحب بی ٹی مرحوم پہلے صدر جماعت گلاسگو منتخب ہوئے۔ چوہدری صاحب کے پاکستان چلے جانے کے بعد جلد ہی 1964ء میں مکرم ایوب احمد خان صاحب دوسرے صدر جماعت گلاسگو منتخب ہوگئے اور انہیں کے ایک دوسرے بڑے فلیٹ 8 Morris Place Glasgow میں نمازیں اور اجلاسات ہونے لگے۔ جب حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ 1966ء میں ایک دورے پر گلاسگو تشریف لائے تو انہیں درخواست کی گئی کہ یہاں ایک مبلغ کی ضرورت ہے، چنانچہ آپؓ کی کوشش سے اسکاٹ لینڈ کے پہلے مبلغ مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب اپنے دوسرے دور میں 1966ء میں گلاسگو تعینات ہوئے اور مکرم ایوب خان صاحب کے اسی فلیٹ میں قیام پذیر رہے۔ یہ بات خاکسار کی تحقیق سے ثابت ہوتی ہے کہ 1966ء سے لے کر 1975ء تک کوئی باقاعدہ صدر جماعت اسکاٹ لینڈ یا گلاسگو نہیں تھے بلکہ مولانا بشیر احمد آرچرڈ صاحب مرحوم ہی انتظامی امور کی نگرانی کرتے تھے۔ اس دوران 1970ء سے لے کر 1975ء تک مکرم ملک حفیظ الرحمٰن صاحب قریبی معاون کے طور پر آرچرڈ صاحب کے ساتھ کام کرتے رہے۔ اس وقت تک کل اسکاٹ لینڈ ایک جماعت کے طور پر جانا جاتا تھا اور گلاسگو اور ایڈنبرا اس کا حصہ تھے، نیز اسکاٹ لینڈ جماعت ناردرن ریجن کا حصہ تھی جہاں اسکاٹ لینڈ جماعت کے سالانہ پروگرام اس ریجن کے مختلف شہروں میں منعقد ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کئی سالوں تک ناردرن ریجن کے مربیان مانچسٹر سے گلاسگو اپنے دورہ جات میں آتے رہے۔

(ڈائری ملک حفیظ الرحمٰن آف ایڈنبرا سے تصدیق شدہ)

جماعت ہائے اسکاٹ لینڈ کا قیام

1980ء کے اوائل میں اسکاٹ لینڈ جماعت کے پہلے صدر کا انتخاب عمل میں آیا جس میں مکرم ملک حفیظ الرحمٰن صاحب کو صدر اسکاٹ لینڈ منتخب کیا گیا۔ اس وقت کے اصول کے مطابق انتخاب کی کاروائی وکالتِ تبشیر ربوہ کو بھجوائی گئی جہاں سے یکم مارچ 1980ء سے تین سال کے لئے مکرم ملک صاحب کی منظوری آئی۔

(بحوالہ اخبار احمدیہ مارچ 1980ء بمعہ تصاویر ممبران ایڈوائزری کونسل)

اس جگہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت اسکاٹ لینڈ الگ ریجن نہیں تھا۔ اسکاٹ لینڈ برطانیہ کے ناردن ریجن کا حصہ تھا جس میں کچھ جماعتیں انگلینڈ کی بھی شامل تھیں۔ اس وقت اسکاٹ لینڈ میں دو جماعتیں موجود تھیں ایک ایڈنبرا میں جس کے نامزد صدر مکرم چوہدری نور احمد صاحب تھے جو کہ 6 جولائی 1977ء کو قائم ہوئی تھی اور دوسری گلاسگو کی جماعت جس کا اس وقت کوئی صدر نہیں تھا، ہاں انتظامی لحاظ سے سارے اسکاٹ لینڈ کے لئے مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ کی سربراہی میں ملک حفیظ الرحمٰن منتخب سیکرٹری تھے اور دونوں جماعتیں اسی انتظام کے اندر آتی تھیں۔

جماعت اسکاٹ لینڈ کی پہلی باقاعدہ منتخب عاملہ

مجلس عاملہ کا پہلا اجلاس: مورخہ 6 دسمبر 1980ء

صدر جماعت اسکاٹ لینڈ: مکرم ملک حفیظ الرحمٰن صاحب حال مقیم ایڈنبرا

جنرل سیکرٹری: مکرم جلیل میاں صاحب اور بعد میں مکرم عبدالغفار عابد صاحب حال مقیم گلاسگو

سیکرٹری مال: مکرم جت الرحمٰن صاحب، داماد مولانا بشیر احمد آرچرڈ صاحب مقیم گلاسگو (حال لندن)

سیکرٹری تعلیم: مکرم ڈاکٹر نعیم احمد طاہر صاحب مقیم گلاسگو (حال جرمنی)

سیکرٹری تبلیغ: مکرم چوہدری منور احمد صاحب بی ٹی مرحوم مقیم گلاسگو

11 جولائی 1984ء کو لندن سے مولانا عطاء المجیب راشد صاحب، امیر و مشنری انچارج برطانیہ گلاسگو تشریف لائے۔ اسی روز گلاسگو اور ایڈنبرا کے لئے علیحدہ علیحدہ صدران کا انتخاب عمل میں آیا چنانچہ گلاسگو کے لئے عبدالغفار عابد صاحب اور ایڈنبرا کے لئے ملک حفیظ الرحمٰن صاحب صدر منتخب ہوئے۔ اس وقت گلاسگو کی تجنید تقریباً ایک سو کے قریب اور ایڈنبرا جماعت تقریباً پچپن افراد پر مشتمل تھی۔ اسکاٹ لینڈ کو مورخہ 28 فروری 2001ء کو علیحدہ ریجن بنایا گیا تو مکرم عبدالغفار عابد صاحب اس کے پہلے ریجنل امیر مقرر کیے گئے۔

(ڈائری ملک حفیظ الرحمٰن آف ایڈنبرا سے تصدیق شدہ)

اسکاٹ لینڈ جماعت کے پہلے نماز سنٹر کی خرید

1964ء سے مکرم ایوب خان صاحب صدر جماعت گلاسگو کا فلیٹ 8 Morris Place Glasgow نماز اور اجلاسات کے لئے استعمال ہو رہا تھا نیز مولانا بشیر احمد آرچرڈ صاحب نے بھی اسی فلیٹ میں قیام کیا۔ کیم اگست 1967ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اسکاٹ لینڈ کا پہلا دورہ فرمایا اور احباب جماعت سے ملاقاتیں بھی فرمائیں۔ آپ رحمہ اللہ نے جماعت کو اپنا سنٹر خریدنے کا ارشاد بھی فرمایا۔ بعد میں اس حکم کی تعمیل میں حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے 1969ء میں جماعت کے لئے مبلغ پانچ ہزار پاؤنڈ سے پانچ کمروں پر مشتمل فلیٹ 152 Nithsdale Road Glasgow خریدنے کا انتظام فرمایا۔ مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب بعد میں اسی فلیٹ میں منتقل ہوگئے اور ایک بڑا کمرہ بطور مسجد استعمال ہونے لگا جو آج کل حلقہ پولک شیلڈ گلاسگو کا نماز سنٹر اور جماعت کے گیسٹ ہاؤس کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

پہلی مسجد اور مشن ہاؤس کی خرید

اسکاٹ لینڈ میں مشن ہاؤس اور مسجد کے حصول کے لئے عرصہ دراز سے کوششیں جاری تھیں۔ محترم امام بشیر احمد رفیق صاحب مرحوم نے بتایا کہ انہوں نے غالباً 1963ء میں ایڈنبرا کے علاقہ Granton میں اس غرض

کے لئے فلیٹ خریدا تھا لیکن اس علاقہ میں رہنے والوں کے اعتراض کی وجہ سے کونسل نے اس کی منظوری نہ دی۔ اس کے بعد مکرم شیخ مبارک احمد صاحب امام مسجد لندن کے زیرِ نگرانی گلاسگو میں جگہ کی تلاش شروع ہوئی۔ مکرم آرچرڈ صاحب نے ملک حفیظ الرحمٰن صاحب کو ہدایت کی کہ ایڈنبرا میں بھی ساتھ ساتھ کوشش جاری رکھی جائے۔ جس شہر میں بھی جگہ ملے وہ لینے کی کوشش کی جائے، چونکہ جماعت کے ممبران کی تعداد گلاسگو میں زیادہ تھی اس لئے زیادہ توجہ گلاسگو پر ہی مرکوز رہی چنانچہ چھ مختلف عمارات یا زمینیں دیکھی گئیں جن میں (Masonic Hall,8Haugh Road Glasgow) بھی شامل تھی۔

یہ عمارت دسمبر 1984ء میں خریدی گئی جو گلاسگو یونیورسٹی کے قریب ہے۔ یہ ایک تین منزلہ عمارت ہے جو دو بڑے ہال، سات کمرے، چارسٹور، ایک تہہ خانہ نیز چار کمروں کے ایک مربی ہاؤس پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں اس میں 9 عدد طہارت خانے، چار غسلخانے، باورچی خانہ اور وضو کی جگہوں کا اضافہ کیا گیا۔ مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو کی خرید اور تعمیر نو کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ورنہ وہ بھی ایک ایمان افروز واقع ہے کہ کیسے یہ عمارت اللہ تعالیٰ نے جماعت کو عطا کی۔ مئی 1985ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ کے ساتھ اس مسجد کا، مرمت کے کام سے پہلے، رسمی افتتاح فرمایا۔

8 اپریل 1988ء میں جب حضور رحمہ اللہ اسکاٹ لینڈ تشریف لائے تو آپ نے اس عمارت کا باقاعدہ بطور بیت الرحمٰن مسجد افتتاح فرمایا اور احباب گلاسگو کے ساتھ فوٹو بنوائی۔

جماعت احمدیہ ایڈنبرا کا قیام

محترم امام بشیر احمد خان رفیق صاحب مرحوم امام مسجد فضل لندن نے اندازاً 1963ء میں ایڈنبرا کے علاقہ Granton میں نماز سنٹر کے لئے ایک فلیٹ خریدا تھا لیکن اس علاقہ میں رہنے والوں کے اعتراض کی وجہ سے کونسل کی جانب سے اس کی منظوری نہ مل سکی اور بات التوا میں پڑ گئی۔ ایڈنبرا میں جماعت کی تعداد چونکہ بہت تھوڑی تھی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد کوشش ہی نہیں کی گئی۔ گلاسگو میں چونکہ جماعت کی تعداد زیادہ تھی اور پولک شیلڈ میں مشن ہاؤس بھی موجود تھا اس لئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اپنے ایڈنبرا کے دورہ کے دوران 23 ستمبر 1982ء کو احباب جماعت کے ساتھ

ایڈنبرا کے افراد جماعت جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گلاسگو جایا کرتے تھے۔ اندازاً اکتوبر 1985ء میں نماز جمعہ ملک حفیظ الرحمٰن صاحب کے مکان پر ادا کی جانے لگی جو اکتوبر 2015ء تک قریباً تیس سال جاری رہی۔ جماعتی مہمان بھی اندازاً 1980ء سے 1990ء تک قریباً دس سال ملک صاحب کے مکان پر ہی قیام فرماتے رہے۔ پھر جب مسجد بیت الرحمٰن و مشن ہاؤس گلاسگو قائم ہو گیا اور پولک شیلڈ والے مشن ہاؤس کو گیسٹ ہاؤس میں تبدیل کر دیا گیا تو ایڈنبرا کے جماعتی مہمان بھی عموماً وہیں پر ہی قیام کرنے لگے۔

مورخہ 6 جولائی 1977ء کو مولانا بشیر احمد خان رفیق صاحب دو روزہ دورے پر ایڈنبرا تشریف لائے جس کے دوران انہوں نے مکرم چوہدری نور احمد صاحب کو ایڈنبرا کا پہلا صدر نامزد کیا۔ اس کے بعد 11 جولائی 1984ء میں جماعت ایڈنبرا کا باقاعدہ انتخاب عمل میں آیا جس میں ملک حفیظ الرحمٰن صاحب صدر جماعت احمدیہ ایڈنبرا منتخب ہوئے۔

جماعت احمدیہ ڈنڈی کا قیام اور مسجد کی خرید

ڈنڈی شہر گلاسگو سے شمال مشرق کی طرف تقریباً 82 میل کے فاصلے پر ایک خوبصورت چھوٹا سا شہر ہے اور یہاں جماعت کے قیام کی صورت ایسے نکلی کہ تقریباً 2001ء سے احمدی طالبِ علم یہاں تعلیم اور بعد میں نوکری کی غرض سے آنا شروع ہو گئے۔ ان میں مکرم ڈاکٹر غلام کبیر صاحب، مکرم طارق احمد صاحب اور مکرم نفیس احمد خان صاحب قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے بعد تقریباً 2006ء میں کافی احمدی طالبعلم پاکستان، افریقہ اور دوسرے ممالک سے ڈنڈی یونیورسٹی میں تعلیم کی غرض سے وارد ہوئے۔ اسی دوران کچھ ڈاکٹری پیشہ اور دوسرے احمدی احباب کا آنا جانا اس شہر میں ہوتا رہا اور ان میں سے کافی دوستوں نے اس شہر کو اپنا وطن بنانے کا فیصلہ کیا۔ یہ دوست ایک دوسرے کے گھروں میں نماز اور دوسرے جماعتی کاموں کے لئے اکٹھے ہوتے رہے، تقریباً 2013ء میں اس بات کی شدت سے کمی محسوس ہوئی کہ ایک مسجد خریدی جائے جہاں احباب نمازوں کے لئے اکٹھے ہوسکیں۔ جب قابلِ ذکر احباب یہاں جمع ہو گئے تو ڈنڈی کو علیحدہ جماعت کے طور پر منظور کیا گیا اور بعد ازاں جماعت کے انتخابات ہوئے اور جنوری 2014ء کو یہ جماعت وجود میں آئی اور مکرم محمد احسان احمد صاحب اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ گلاسگو 7 مارچ 2009ء میں احباب جماعت کے ساتھ فوٹو

برطانوی قانون کے مطابق اگر کسی شہر کی کونسل کے پاس کوئی ایسی عمارت ہو جو surplus ہو تو ایسی عمارت کو گورنمنٹ کی ایک سکیم جس کا نام Asset transfer to community کے تحت کسی رفاعی ادارہ کو دیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ڈنڈی میں بھی کونسل سے رابطہ کیا گیا اور ایسی عمارت کی تفصیل اور خریدنے کے طریقہ کار کی معلومات لیں گئیں اور ایک باقاعدہ درخواست جمع کروادی گئی۔ اس اثنا میں ایک عمارت کے متعلق علم ہوا جو اس کونسل کی طرف سے اسی مقصد کے لئے لی جاسکتی تھی۔

اس دوران حضورِ انور اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا اور راہنمائی کے لئے خط لکھا گیا اور آپ ایدہ اللہ تعالیٰ کا شفقت بھرا جواب موصول ہوا جس میں لکھا تھا ''لے لو'' اور اس عمارت کی خرید کے بعد حضور اقدس نے اس عمارت کا نام ''مسجد محمود'' تجویز فرمایا۔ اس جواب سے احباب جماعت ڈنڈی کو ڈھارس بندھی اور انہوں نے جماعت احمدیہ برطانیہ کے شعبہ جائیداد سے قانونی مدد لی اور تیاری کے بعد 2015ء میں ڈنڈی کونسل میں دوسرے مرحلہ کے لئے بھی درخواست دے دی۔ اس دوران ڈنڈی شہر کے ممبر پارلیمنٹ برطانیہ، ممبر پارلیمنٹ سکاٹش پارلیمنٹ، کونسلرز اور دوسرے اہم لوگوں سے رابطہ بھی کیا گیا اور ضروری کاغذی کارروائی بھی جاری رہی۔ کونسل کی ایک عمارت منتخب کی گئی اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے طفیل تقریباً اوائل 2016ء میں کاغذی کارروائی مکمل ہوئی اور یہ عمارت محض ایک برطانوی پاؤنڈ کے عوض جماعت احمدیہ ڈنڈی کے نام منتقل ہوگئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

یہ 31 جولائی 2016ء اور جمعہ کا مبارک دن تھا جب اس عمارت کی چابیاں جماعت کو عطا ہوئیں اور اسی دن جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے ساتھ مسجد محمود ڈنڈی کا رسمی افتتاح ہوا۔ اس عمارت کو قابلِ استعمال بنانے اور ضروری تبدیلیوں کے لئے زیادہ تر کام وقارِ عمل کے ذریعہ آہستہ آہستہ جاری رہا جس میں خصوصی طور پر ڈنڈی جماعت کے احباب نے حصہ لیا اور عمومی طور پر گلاسگو اور ایڈنبرا کے احباب نے بھی حصہ لیا۔

خاکسار یہاں اسکاٹ لینڈ ریجن کے قیام اور ابتدائی حالات کا ذکر ختم کرتا ہے اور آئندہ کبھی اسی سلسلہ کی دوسری قسط میں کچھ اور واقعات جن کا تعلق الٰہی تائیدات سے ہے پیش کروں گا۔ ان شاءاللہ

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: جماعت احمدیہ مارشل آئی لینڈز کی تاریخ ......از صفحہ 10

میں امریکی سفارت خانے کی نمائندگی کی۔

جلسہ سالانہ کی کل حاضری 240 تھی جس میں جماعت کے 150 ارکان اور 90 مہمان شامل تھے۔ جلسہ کی خبریں اور تصاویر قومی اخبارات دی مارشل آئی لینڈز جرنل میں 10 اور 17 اپریل کے شمارے میں شائع ہوئیں۔ امریکی سفارت خانے نے اپنے فیس بک پیج پر جلسہ کی تصویر پوسٹ کی اور جماعت کو مجرو میں اپنا پہلا سالانہ کنونشن مکمل کرنے پر مبارکباد دی۔صفحہ نے جزائر مارشل میں جماعت کی جانب سے کی گئی انسانی خدمات کا بھی شکریہ ادا کیا۔

اس جلسہ کے مبارک موقع پر 12 نسلوں کے ارکان نے اپنی اپنی قوموں کی نمائندگی کی جن میں مارشلیز، کوسرائین، کریباتی، تووالوان، گھاناین، امریکی، کینیڈین، پاکستانی، ہندوستانی، انڈونیشیائی، فلپائنی اور جاپانی شہری شامل تھے۔

اس کے بعد سے جلسہ سالانہ درج ذیل تاریخوں پر منعقد ہوتا رہا ہے۔

دوسرا جلسہ سالانہ – اپریل 16-17، 2016
تیسرا جلسہ سالانہ – 13-14 مئی 2017
چوتھا جلسہ سالانہ – 12-13 مئی 2018
5واں جلسہ سالانہ – 15-16 جون، 2019
6واں جلسہ سالانہ – 27-28 نومبر 2021

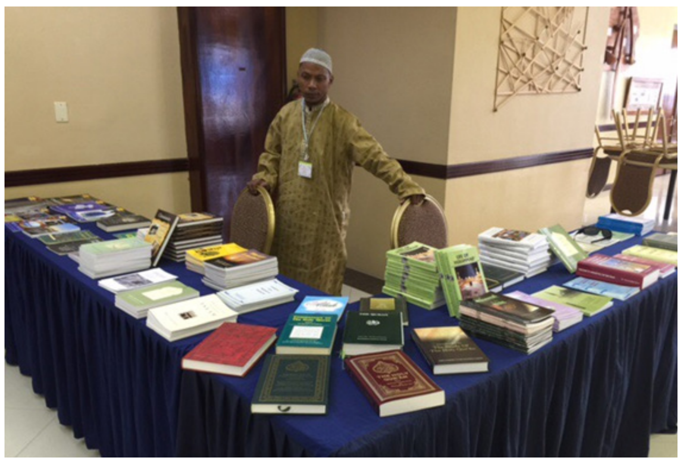

بقیہ: ماریشس میں احمدیت ......از صفحہ 8

1. مکرم مولانا صوفی غلام محمد صاحب 1915-1927
2. مکرم حافظ عبید اللہ صاحب 1917-1923
3. مکرم حافظ جمال احمد صاحب 1928-1959
4. مکرم حافظ بشیر الدین صاحب 1951-1955
5. مکرم حافظ فضل الٰہی بشیر صاحب 1955-1965
6. مکرم محمد اسماعیل منیر صاحب 1960-1970
7. مکرم احمد شمشیر سوکیا صاحب (ماریشن) 1966-1978
8. مکرم قریشی محمد اسلم صاحب 1969-1973
9. مکرم صدیق احمد منور صاحب 1970-1983
10. مکرم صالح محمد خان صاحب 1975-1978
11. مکرم رفیق احمد جاوید صاحب 1983-1989
12. مکرم سیّد حسین احمد صاحب 1986-1989
13. مکرم مظفر سدھن صاحب (ماریشن) 16-07-1986
14. مکرم حافظ احسان سکندر صاحب (ماریشن) 25-02-1987
15. مکرم محمد انور قریشی صاحب 1990-1994
16. مکرم یسین ربّانی صاحب 1995-1998
17. مکرم مشہود احمد طور صاحب 1998-2002
18. مکرم محمد اقبال باجوہ صاحب 2000-2004
19. مکرم بشارت احمد نوید صاحب 2005-2016
20. مکرم مجیب احمد منیر صاحب مبلغ انچارج 02-03-2017

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس وقت ماریشس میں 18 جماعتیں اور 14 مساجد اور کل تجنید 2828 افراد پر مشتمل ہے۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

ماحولیاتی آلودگی

اس وقت ماحولیاتی آلودگی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔آلودگی نے فضا میں گرین ہاؤس گیسیس کا انتہائی خطرناک ماحول دنیا میں بنا دیا ہے۔ ہرشہری کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں یہ جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہم اپنی ضرورت سے زائد گروسری اور دیگر استعمال کی اشیاء تو نہیں خرید رہے۔ آج کل زندگی کی تعیّشات کی انتہا کے باعث ہر چیز وافرمقدار میں لائی جاتی ہے چاہے استعمال ہو یا نہ ہو اور بعد میں وہ بے شک کوڑے کے ڈھیر پر منتج ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی دنیا میں ہر چیز کے لیے قدرت کی طرف سے Recycling کا خود کار نظام موجود ہے، مگر انسان ایسا نہ کر کے اپنے لیے مشکلات کا سامان کر رہا ہے اور فطرت کے نظام میں خلل ڈال کر شاید یہ سمجھا جا رہا ہے کہ خدا کی دنیا ہے خود ہی ٹھیک کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ (الاعراف:32) ترجمہ: اے ابنائے آدم! کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زندگی آسان بنائیے فطرت کے سادہ اور آسان اصول اپنا کر زائد از ضرورت اشیاء کو ضرورت مندوں میں تقسیم کریں، بنیادی ضروریات اور کھانے پینے کی اشیاء کو ضائع ہونے سے بچائیں کہ اللہ تعالیٰ اسراف کو ناپسند کرتا ہے۔ ماحول دوست بن کر رہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ضائع ہونے سے بچائیں اور زندگی کو صحیح معنوں میں ایک نعمت سمجھ کر گزاریں۔

مرسلہ: ناصرہ احمد۔ کینیڈا

فقہی کارنر

حکومت کی مخالفت میں ہڑتال کی ممانعت

حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کی گئی کہ سیالکوٹ کے تجار نے بہ سبب محصول چنگی میں زیادتی کے دوکانیں بند کر دی تھیں اور چند روز کا نقصان اُٹھا کر پھر خود بخود کھول دیں۔ فرمایا:

اس طرح کا طریق گورنمنٹ کی مخالفت میں برتنا ان کی بے وقوفی تھی۔ جس سے اُن کو خود ہی باز آنا پڑا۔ محصول تو در اصل پبلک پر پڑتا ہے۔ آسمانی اسباب کے سبب سے بھی جب کبھی قحط پڑ جاتا ہے تو تاجر لوگ نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ اس وقت کیوں دکانیں بند نہیں کر دیتے؟

(بدر 27 دسمبر 1906ء صفحہ 3)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

23 مارچ 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:06	18:33
مدینہ منورہ	05:05	18:34
قادیان	05:07	18:42
ربوہ	04:47	18:22
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:29	18:21